کالا پانی

(تواریخِ عجیب)

مولانا محمد جعفر صاحب تھانیسری رح

58898

ناشر : آغا سید احمد

مطبع : استقلال پریس۔ لاہور

تعداد : ایک ہزار

تاریخ : نومبر ۱۹۶۱ء

مقام اشاعت : سنگ میل پبلی کیشنز۔ لاہور

★

اس پتہ سے بھی مل سکتی ہے

ایم شمس الدین بک سیلر، مسلم مسجد، چوک انارکلی ۔ لاہور

سندھ ساگر اکادمی۔ مسلم مسجد چوک انارکلی۔ لاہور

Marfat.com

فہرس

ابواب	عنوان	صفحہ
۱	ابتدائے عشق	۹
۲	فرار	۱۳
۳	گرفتاری	۱۷
۴	امتحان عشق	۱۹
۵	گواہ گردی	۲۲
۶	مقدمہ	۲۷
۷	فیصلہ	۳۴
۸	چیف کورٹ	۳۸
۹	کالا پانی	۴۱
۱۰	شفقت	۴۳
۱۱	مولانا احمد اللہ صاحبؒ	۴۹
۱۲	سفر لاہور	۵۲
۱۳	سنٹرل جیل لاہور	۵۵
۱۴	روانگی کراچی	۵۷
۱۵	بمبئی	۶۱
۱۶	تھانہ جیل	۶۲
۱۷	کالا پانی کو روانگی	۶۴
۱۸	انڈمان	۶۵
۱۹	انڈمن کے اصلی باشندے	۷۱
۲۰	انڈمن کی زندگی	۷۶
۲۱	شادی خانہ آبادی	۷۹
۲۲	تین مہلک حادثے	۸۰
۲۳	تجارت	۸۲
۲۴	دوسری شادی	۸۵
۲۵	دشمن چہ کند چو مہرباں باشد دوست	۸۷

Marfat.com

ابواب	عنوان	صفحہ
۲۶	ہندوؤں کی ناکام چوٹیں	۹۱
۲۷	مولوی محمد حسن صاحب کی تشریف آوری	۹۵
۲۸	لارڈ میو گورنر جنرل کا قتل	۹۶
۲۹	میں نے انگریزی سیکھ لی	۱۰۱
۳۰	مغربی علوم کا ملحدانہ اثر	۱۰۳
۳۱	وہابیوں کے خلاف سرکار کا اعلانِ جنگ	۱۰۶
۳۲	اولاد	۱۰۹
۳۳	رہائی کی امیدیں	۱۱۱
۳۴	حضرت مولانا احمد اللہ صاحب کا انتقال	۱۱۳
۳۵	زمانِ رہائی	۱۱۶
۳۶	پورٹ بلیر پر آخری نظر	۱۱۹
۳۷	سوادِ ہند کو روانگی	۱۲۵
۳۸	وطن پہنچ کر	۱۳۱
۳۹	خاتمہ	۱۳۴
۴۰	حالات مولانا یحییٰ علی صاحب	۱۳۹

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

میری واپسی انگلستان کے بعد ہر ایک دوست نے جس سے میری ملاقات ہوئی میری قید بست سالہ اور سفر اور ان جزائر کی کیفیت پوچھنی شروع کی تو ہر شخص کے روبرو ایک بست سالہ تواریخ کا بیان کرنا دشوار سمجھ کر کچھ ضروری ضروری حالات و واقعات جو اس مدت بیس سال میں مجھ کو پیش آئے مختصراً واسطے ملاحظہ ناظرین کے لکھ دیتا ہوں کہ ہر سائل اور مستفسر کے روبرو اس کو پیش کر دوں۔

جب اپریل ۱۸۷۹ء میں میں نے تواریخ پورٹ بلیر مسمّٰی بہ تاریخ عجیب لکھی تھی اس کے تھوڑے روز پہلے میری درخواست دہائی بڑے شد و مد سے حضور نواب گورنر جنرل بہادر ہند سے نامنظور ہو گئی تھی جس سے اکثر حکام بلکہ خاص و عام کو یقین ہو گیا تھا کہ اس قید فرنگ سے میری رہائی کبھی نہ ہوگی۔ لیکن میں رحمتِ الٰہی سے نومید نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے دیباچہ کتاب مذکور میں یہ لکھا تھا کہ دنیا بامید قائم ہے۔ دیکھیے

Marfat.com

پردۂ غیب سے اور کیا ظاہر ہوتا ہے بلکہ اخیر دیباچہ میں ناظرین کتاب مذکور سے یہ بھی التجا کی تھی کہ وہ میرے حق میں دعا کریں کہ ہماری سرکار معدلت شعار ان ننگ دھڑنگ جنگلیوں کی صحبت سے جدا کرے تاکہ جلد ثانی اس کتاب کی ہند میں حاضر ہو کر اپنے ملک کی بولی میں ناظرین کی نذر کروں۔ سو اس تحریر دل سوز کو ابھی تھوڑے دن نہ ہوئے تھے کہ خود بخود بلا میری درخواست کے بلید نیلی لارڈ رپن صاحب بہادر کی زبان سے ظہور میری رہائی کا ہو گیا۔ میری پہلی کتاب تاریخ عجیب کا نام بھی تاریخی ہے اور اتفاق حسنہ سے ایک حرف کے زیادہ کر دینے سے اس میں چھ برس کی بیشی کو پورا کر کے اس کا بھی تاریخی نام تواریخ عجیب رکھا گیا۔ گویا یہ وہی جلد ثانی ہے جس کے مشتہر کرنے کا ہند میں پہنچنے کے بعد وعدہ تھا۔ اب ناظرین باوقار کی خدمت میں عرض ہے کہ میں نے اس کتاب کو بھی بطور روزنامچہ روز مرہ بول چال میں لکھا ہے اور دوسرے لوگوں کے مقولوں اور قصص کو جہاں تک مجھے یاد ہے بجنسہ ہو بہو نقل کیا ہے۔ مگر اس پر بھی جہاں کہیں بہ مقتضائے بشریت مجھ سے کمی بیشی ہوئی ہو تو خداوند عالم الغیب معاف کرے اور صاحبان نکتہ چیں اور اہل علم سے امید ہے کہ جہاں کہیں غلطی پاویں قلم عفو سے اصلاح کر دیویں۔ اور میرے حق میں دعا کریں کہ جیسے اس مہلکۂ عظیم قید فرنگ سے مجھ کو نجات بخشی ایسے ہی وہ رب کریم مراد دلی پوری کر کے ساتھ خاتمہ خیر کے اس مہلکۂ عظیم دنیا سے بھی نجات دیوے آمین ثم آمین۔ وما توفیقی الا باللہ وعلیہ توکلت والیہ انیب

Marfat.com

وقال الله تبارک وتعالیٰ أحسب الناس ان یترکوا ان یقولوا اٰمنا وهم لا یفتنون ولقد فتنا الذین من قبلهم فلیعلمن الله الذین صدقوا ولیعلمن الکٰذبین۔ ترجمہ - فرمایا خداوند تعالیٰ نے کیا گمان کیا ہے لوگوں نے کہ فقط منہ سے کہنے پر کہ ہم مسلمان ہو گئے ہیں چھوڑ دیے جائیں گے اور وہ نہ آزمائے جائیں گے۔ البتہ آزمایا تھا ہم نے ان لوگوں کو جو پہلی امتوں کے تھے پس اب بھی بعد آزمائش کے اللہ ظاہر کردیوے گا کہ کون سچے مسلمان ہیں اور کون جھوٹے ہیں۔

یہاں تک مجھ کو نظر سے اس مقدمہ میں ہم لوگوں کی گرفتاری کے سبب منشاء ایزدی اس آیت کے مصداق ہونے اور ہمارے [illegible] خداوند آزمائش کے واسطے تھی۔ ورنہ وعدہ حق موجود ہے۔ ولن یجعل الله للکافرین علی المؤمنین سبیلا۔ پس اگر یہ سبب آزمائش کا نہ ہوتا تو کبھی بھی سرکار انگریزی کے ہاتھ سے ہم کو صدمہ نہ پہنچتا اور بموجب منشاء حدیث نبوی کے یبتلی الرجل علی حسب دینه یعنی ہر آدمی بقدر استعداد اپنے ایمان اور دین کے آزمایا جاتا ہے۔ اس مقدمہ میں بھی دعویٰ داران محبت باری تعالیٰ کو جن کو دعوائے ایمان کا تھا بقدر استعداد اپنے ایمان کے جانچا گیا اور جھوٹے اور سچے سب ظاہر ہو گئے۔ پس یہ کتاب گویا اس آیت مذکورہ بالا کی تفسیر بھی چاہیئے۔ لہٰذا میں بعد تمام کرنے اس تمہید کے اب اصل مقدمہ کو شروع سے آخیر تک بیان کرتا ہوں۔ اگر ناظرین اس آیت اور حدیث کے مضمون کو پیش خیال رکھیں گے

Marfat.com

تو اُن کو اصل اسرارِ مکنونہ اس تواریخ کے خود بخود ظاہر ہوتے چلے جاوینگے لیکن ان کے سمجھنے کو ایمان درکار ہے۔ میں خود اپنی کم ظرفی اور بے استعدادی اور ضعیف الایمانی کے سبب سے اس مقدمہ میں ہزاروں اسرارِ مکنونہ کو سمجھ نہیں سکا۔

Marfat.com

باب (۱)

ابتدائے عشق

اخیر ۱۸۶۳ء مطابق سنہ ۱۲۸۰ ہجری سرحد غربی ہند پر ملک یاغستان میں خود سرکار انگریزی کی زبردستی سے ایک جنگ عظیم شروع ہوگئی۔ جنرل چمبرلین صاحب اس جنگ کے سپہ سالار تھے۔ ابیلے کی گھاٹی میں جاکر فوج سرکار کو بہت تکلیف ہوئی۔ بیگانے ملک میں سرکار کی مداخلت بے جا کے سبب سے مُلّا عبدالغفور صاحب اخوند سوات بھی اپنے بہت سے مریدوں کو ساتھ لے کر آموجود ہوئے۔ ملکی خوانین اور افغان چاروں طرف سے اپنے بچاؤ کے واسطے مقابلہ سرکار پر ٹوٹ پڑے۔ قافلہ مجاہدین جن کی سرکوبی اور نیست و نابود کرنے کو ہماری سرکار چڑھی تھی الگ رہ گیا بلکہ بدعواے حفاظت خود اختیاری ہر کس و ناکس سرکار کے مقابل کھڑا ہوگیا۔ مجاہدوں نے بھی بہ تمناے حصولِ شہادت دادِ شجاعت دے کر اپنے جوہر دکھائے۔ غرض دو تین مہینے تک خوب جنگ ہوتی رہی۔ خود جنرل چمبرلین صاحب مجروح شدید ہوئے۔ قریب سات ہزار کے کشت و خون کی نوبت پہنچی۔ تمام پنجاب کی چھاؤنیوں کی فوج کھینچ کر سرحد پر بھیجی گئی۔

اُدھر یہ گرما گرمی تھی ادھر لارڈ ایلجن صاحب وائسرائے ہند چمبے کے پہاڑ پر اپنی اس حرکت اور زبردستی چھیڑ چھاڑ پر نادم ہوکر یک بیک مرگئے

Marfat.com

ہندوستان میں گویا غدر ہوگیا۔ ایسے نازک وقت میں ۱۱ دسمبر ۱۸۶۳ء مطابق ۲۸ ماہ جمادی الثانی ۱۲۸۰ھ ہجری کو ایک سوار پولیس متعینہ چوکی پانی پت ضلع کرنال مسمی غزن خان نام ایک ولایتی افغان نے کسی ذریعہ سے میرے حال سے واقف ہو کر اور ایسے وقت میں اپنی دنیوی بھلائی کا موقع جان کر ایک بڑی لمبی چوڑی اور جھوٹی کیفیت خیر خواہانہ کے ساتھ بحضور صاحب ڈپٹی کمشنر کرنال کے حاضر ہو کر یہ مخبری کی کہ یہ جنگ جو ہندوستانی مجاہدوں کے ساتھ سرحد پر ہو رہی ہے۔ ان لوگوں کو محمد جعفر نمبردار تھانیسر روپیہ اور آدمیوں سے مدد دیتا ہے۔ غرض ڈپٹی کمشنر کرنال نے یہ داستان سن کر بذریعہ تار برقی ضلع انبالہ کو جس کی حدود ارضی کے اندر ہمارا شہر تھانیسر واقع ہے خبر بھیج دی۔ ادھر مخبر مخبری کر کے باہر نکلا تھا کہ ادھر ہمارے ایک دوست ڈپٹی کمشنر صاحب کرنال کی ملاقات کو ان کے بنگلے پر پہنچے جن سے عند التذکرہ صاحب موصوف نے ذکر اس مخبری کا بھی کیا۔ جب بعد انفراغ ملاقات کے یہ صاحب ہمارے دوست اپنے ڈیرے کو تشریف لاتے تو انہوں نے مسمی کالو نام ایک اپنے نوکر سے جو میرا ہمسایہ تھا بطور افسوس حال اس مخبری کا بیان کیا۔ مذکور یہ حال سن کر اسی وقت اس کی خبر کرنے کو تھانیسر دوڑ پڑا۔ لیکن خوبی تقدیر سے کچھ زیادہ رات گئے یہ شخص تھانیسر میں پہنچا اور سب سے پہلے میرے مکان پر آیا۔ مگر میں اس وقت گھر کے اندر جا کر سو رہا تھا۔ وہ اس وقت رات کو ہمارا دروازہ بند اور ہم کو سوتے دیکھ کر ایسے آرام کے وقت میں ہم کو تکلیف دینا مناسب نہ جان کر

Marfat.com

اپنے دل میں سوچا کہ فجر کو خبر کر دوں گا۔ ادھر تقدیر اس کو دروازے پر سے ہٹائے گئی۔ اب ادھر انبالہ کی کیفیت سنیئے جب انبالہ میں یہ تار کی خبر پہنچی تو ایک وارنٹ میری خانہ تلاشی کا جاری ہوا اور کپتان پارسن صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس ایک جماعت کثیر پولیس کی سات لے کر راتوں رات میرے مکان پر پہنچے یہاں قدرت الٰہی کا تماشا دیکھیئے۔ ایک ہی وقت میں دو آدمی کرنال سے مجھ کو خبر دینے کو اور دوسرا انبالہ سے میری خانہ تلاشی کو روانہ ہوئے۔ کرنال والا جو میرا مخبر تھا پیچھے پہنچا اور کچھ نہ کر سکا ؎

جان کو تدبیر سے ممکن نہیں بچا رکھنا

سو تدبیر کرو ساری تقدیر رہے

گر یہ دوسرے صاحب بوقت تین بجے رات کے میرے گھر پہنچ کر پہلے چاروں طرف سے میرے مکان کو گھیر لیا اور پکڑ مجھ کو باہر بلایا میں نے باہر جاکر دیکھا کہ سپرنٹنڈنٹ پولیس معہ وارنٹ خانہ تلاشی کے میرے دروازہ پر موجود ہیں۔ انہوں نے اول مجھ کو وارنٹ دکھلایا بعد ازاں کہا کہ آپ اپنے مکان کی تلاشی دو۔ اس وقت میں سمجھا کہ دال میں کالا ہے۔ تب میں نے چاہا کہ اول تلاشی میرے گھر کے اندر کی ہو تو بہتر ہے تاکہ بیٹھک میں جو بلا کا بھرا ہوا خط رکھا ہے کسی طرح پولیس کے ہاتھ نہ آوے۔ لیکن ہونی کون روک سکتا ہے۔ باوجودیکہ صدر دروازے کے اندر داخل ہو کر میری دہلیز میں سر تا سر اندھیرا تھا اور مکان بیٹھک کا جو اس دہلیز کے جانب شمال میں تو بھی سپرنٹنڈنٹ صاحب اسی بات پر مصر ہوئے کہ پہلے بیٹھک ہی کی

Marfat.com

تلاشی کی جاوے۔ اس وقت بیٹھک میں جانے کے واسطے دو دروازوں کا کھلوانا ضرور ہوا جو اندر سے بند تھے۔ میں نے چالاکی سے منشی عبدالغفور کا نام (جو اس کے اندر مع اور چند آدمیوں کے تھے) پکار کر بآواز بلند کہا کہ سپرنٹنڈنٹ تلاشی کے واسطے کھڑے ہیں تم جلد دروازہ کھول دو۔ اور اس کہنے سے میری یہ غرض تھی کہ کسی طرح وہ لوگ تلاشی کی بات سمجھ کر دروازہ کھولنے سے پہلے اس زہریلے خط کو چاک کر دیویں۔ اس میری پکار کو صاحب سپرنٹنڈنٹ سمجھ کر مجھ کو مانع بھی ہوئے مگر میں کہاں سنتا تھا۔ لیکن تقدیر پھاڑنے دیوے تو پھاٹا جاوے۔ اُن اندر والوں نے مارے گھبراہٹ کے میرے اشاروں کو کچھ بھی نہیں سمجھا اور دروازہ کھول دیا۔ اب بیٹھک میں تلاشی ہونے لگی۔ اور وہی خط جس کا ڈر تھا سب سے پہلے پولیس کے ہاتھ میں آیا اور اسی شام کو اس کی گرفتاری سے فقط چھ گھنٹے پہلے تقدیر نے وہ خط میرے ہاتھ سے لکھوا رکھا تھا۔ وہ خط امیر قافلے کے نام تھا۔ اور اس میں اصطلاحی لفظوں میں چند ہزار اشرفیوں کی روانگی کا ذکر تھا۔ اس کے سوا اور بھی چند خطوط پارسل آمد پٹنہ و مرسلہ محمد شفیع انبالوی پولیس کے ہاتھ لگ گئے۔ گو ان خطوں میں کوئی ایسا مضمون مضر نہ تھا مگر اُن سے پولیس کو یہ پتہ مل گیا کہ محمد شفیع انبالوی اور اہل پٹنہ کی تلاشی اور تفتیش بھی ضروری کرنی چاہیئے۔ منشی عبدالغفور باشندہ ضلع گیا ملک بہار جو میرے ہاں مخبری کا کام کرتے تھے اور عباس نام ایک بنگالی لڑکے کو بھی جو میری بیٹھک میں سوتے ہوئے ملے تھے پولیس پکڑ کر لے گئی۔ گو میری نسبت بھی پولیس کو شک قوی

Marfat.com

ہوگیا تھا لیکن بوجہ نہ ہونے وارنٹ گرفتاری کے اور بلا حصول منظوری گورنمنٹ کے جو ایسے مقدمات میں ہونا ضروری ہے اہل پولیس مجھ سے اس دم کچھ مزاحم نہ ہوئے۔

باب (۲)

فرار

جب پولیس میرے گھر سے چلی گئی تو یہ بات غور طلب ٹھہری کہ اس وقت مجھ کو کیا کرنا چاہیئے میں نے بخیال اس شہادت و ثبوت کے جو لُن کو میرے گھر سے مل گئے تھے اور اس غصہ کے وقت کو جو تازہ جنگ سرحد سے سر کار پر چڑھا ہوا تھا ٹال دینے کی غرض سے اس وقت اپنا فرار ہو جانا اور اس نامردی سے جان کو بچانا مناسب جانا۔ گو میں پولیس کی حراست میں نہ تھا مگر وے چاروں طرف میرا سراغ لگائے ہوئے تھے میں نے اپنی والدہ ماجدہ سے جو اس وقت زندہ موجود تھیں اور اپنی بیوی سے صلاح لے کر اور اُن کو اپنے فرار پر راضی پاکر یہ داؤ کھیلا کہ میں ۱۲ر دسمبر ۱۸۶۳ء کو اپنے شہر سے روانہ ہو کر اول موضع پیلی میں جہاں تحصیل اور تھانہ وغیرہ ہے آیا اور وہاں ملازمانِ تحصیل اور پولیس سے بھی رائے لی کہ اب مجھ کو کیا کرنا چاہیئے۔ سب نے باتفاق یہ رائے دی کہ تم انبالہ کو جاؤ اور وہاں سے دریافت کرو کہ یہ کیا مقدمہ ہے اور کس نے یہ مخبری کی ہے

Marfat.com

غرض یہ سب صلاح اور مشورہ ظاہری ان سب سے کر کے میں بوقتِ شام براہ سڑک کلان پیپلی سے انبالہ کو روانہ ہوا۔ اس وقت بہت سے آدمی چشم محبت اور افسوس سے میری طرف دیکھ رہے تھے۔ جب میں ایک گھوڑے پر سوار ہو کر چلا ہر کسی کو یقین ہو گیا کہ میں انبالہ کو جاتا ہوں، جب تک دن کی روشنی تھی میں برابر سڑک انبالہ کو چلا گیا کوئی ایک میل بھر راستہ چلنے کے بعد خوب تاریکی ہو گئی اور مسافر بھی دور دور تک نظر نہ آتے تھے اس وقت میں سڑک انبالہ کو چھوڑ کر جنگل کی راہ سے ایک مقفر جگہ پر اپنی زمینداری کی زمین میں تھانیسر کے متصل قریب ایک بجے رات کے پہنچ گیا۔ جب میں وہاں پہنچا میں نے دیکھا کہ میری والدہ اور بیوی بچے اور میرا بھائی محمد سعید وغیرہ میری آخری ملاقات کے واسطے وہاں حاضر ہیں۔ خیر میں اپنی والدہ سے آخری ملاقات کر کے اور اپنی بیوی اور بچوں کو ساتھ لے کر سواری ایک عمدہ بہلی کے صبح ہوتے ہی ۳۲ کوس پانی پت پہنچا۔ میں پانی پت شہر کے اندر نہیں گیا سڑک پر سے اپنے بیوی بچوں کو رخصت کر دیا۔ اس وقت میں جس کسی سے رخصت ہوتا تھا مجھ کو اس زندگی میں اس سے دوبارہ ملنے کی امید نہ تھی۔ اس بہلی گڈوالہ سے میں نے کہہ دیا تھا کہ میری جورو بچوں کو پانی پت میں چھوڑ کر تم معہ بہلی جمنا پار چلے جانا۔ یہ بہلی معہ جوڑی بیلوں کے جو تین سو روپیہ سے کم قیمت کے نہیں ہیں ہم نے تم کو اس قیمت پر بخش دی کہ تم کسی شخص کو ہمارے بال بچوں کا پتہ نشان نہ دینا اور جب تک یہ متروکہ گرم رہے تھانیسر کو جانا۔ جس وقت ڈاک خانہ پانی پت کے سامنے میں ساری عمر کے واسطے اپنی جورو اور بچوں سے جدا ہوا اور میرا یکہ ان کے

Marfat.com

سامنے دہلی کو چلا وہ حادثہ قابل تحریر نہیں ہے۔ خیر وہاں بسواری یکہ دوسرے دن چالیس کوس دہلی میں پہنچ گیا اور میاں بھیر دین سوداگر کی کوٹھی میں ٹھہرا جہاں میاں حسینی ساکن تھانیسر اور حسینی ساکن پٹنہ امۃ عبد اللہ نام ایک بنگالی سے میری ملاقات ہوئی یہ دونوں آدمی آخر الذکر پٹنہ سے کچھ اشرفیاں لے کر اسی دن آئے تھے میں نے وہ اشرفیاں ان سے لے کر حسینی ساکن تھانیسر کے حوالے کیں کہ اس کو حفاظت کر دی کہ جیسے ممکن ہو اس بیت المال کو قافلہ تک پہنچا دو۔ بعد روانگی کرنے حسینی تھانیسر کے میں نے ان ہر دو آئندہ زر کو اپنے ساتھ یورپ کو واپس لے جانا چاہا۔ کیونکہ بوجہ درپیشی معرکہ امبیلا اور میری خانہ تلاشی کے ملک پنجاب میں امن نہ رہا تھا۔ اور ان ایام میں میری عمر قریب پچیس برس کے تھی اور جوش مذہبی بھرا ہوا تھا نشیب و فراز زمانہ کا کچھ خیال نہ تھا۔ یہ دل میں بیٹھی ہوئی تھی کہ یہ خدا کا کام ہے وہ خود اس کی حفاظت کرے گا اس سبب سے اس وقت تک میرے دل میں یہ خیال تھا کہ اس واقعہ کے سبب سے اس طرف میری تلاش کو کوئی نہ آئے گا۔ میری تلاش انبالہ اور اس کے مغرب میں ہوگی۔ اس خیال حکمت پر دہلی پہنچا۔ میں نے اپنے مخفی رکھنے کے واسطے کوئی احتیاط نہ کی۔ میں خود اپنے معمولی لباس میں ایک شکرم کرایہ کرنے کو چاندنی چوک تک گیا اور پھر تیسرے پہر کو کھلم کھلا ہم تینوں آدمی بسواری شکرم علی گڑھ کو روانہ ہوگئے۔ راہ میں گاڑی ہانکنے والوں کو بہت سا انعام واکرام دے کر چاہا کہ کسی طرح جلدی سے علی گڑھ پہنچ کر ریل پر سوار ہو جاؤں کیونکہ اس وقت یہ خیال تھا کہ میں ایسی چال سے آیا ہوں کہ شاید مدت تک میری تلاش کو کوئی اس طرف کو نہ آوے گا۔ میں اپنی خام خیالی

Marfat.com

سے اپنی تدبیر پر ایسا نازاں تھا کہ تقدیر کا خیال بھی نہ رہا تھا۔ اب مجھ کو یہیں چھوڑ کر پولیس انبالہ کی کارروائی کو سنیئے۔

بارہویں دسمبر کو جب سپرنٹنڈنٹ پولیس میرے خطوط اور آدمیوں کو جو میرے گھر سے ملے تھے انبالہ کو لے گئے تو اُن کو دیکھ کر بعد حصول منظوری گورنمنٹ میری گرفتاری کا وارنٹ جاری ہوا، وہی پارسن صاحب دوسرے دن میری گرفتاری کا وارنٹ لے کر تھانیسر آیا اور مجھ کو وہاں نہ پا کر شہر میں آفت مچا دی۔ بیسیوں گھروں کی تلاشی ہوئی پچاسوں مرد عورت پکڑے گئے میری بوڑھی والدہ اور میرے بھائی محمد سعید کو جو اس وقت صرف بارہ تیرہ برس کا تھا اور اُس کی بیوی کو قید کر کے اُن پر سخت عذاب اور مار پیٹ شروع کی اور ایسا ظلم اور بے عزتی عورات پردہ نشین کی ہوئی کہ جس کو سن کر دل کانپ جاتا ہے۔ میری بیوی کے پکڑنے کو بھی ایک دوڑ پانی پت کو گئی مگر مولوی رضی الاسلام صاحب کی جوانمرد والدہ کی دلیری سے میری عورت بچ گئی خیر ان مار کھانے والوں میں ایک میرا بھائی محمد سعید نہایت کم سن اور لذت ایمانی اور ثابت قدمی سے سراسر بے بہرہ تھا، اس سخت مار پیٹ کو نہ اُٹھا سکا اور ڈر گیا اور اپنی جان بچانے کے واسطے بول اُٹھا کہ میرا بھائی دہلی کو گیا ہے۔ یہ خود میری غلطی تھی کہ ایسے اہم راز پر ایک نابالغ بچہ کو آگاہ کر دیا تھا جس کا نتیجہ میری گرفتاری ہوئی۔ اسی وقت پارسن صاحب میرے بھائی کو ساتھ لے کر سواری ڈاک دہلی پہنچا۔ اُدھر پنجاب میں میری جا بجا تلاش شروع ہوئی دس ہزار روپیہ کا اشتہار میری گرفتاری کے واسطے جاری ہوا۔ کیمپ انبالہ میں محمد شفیع کے مکان

Marfat.com

کی بھی تلاشی ہوئی۔ اتفاق سے اُس وقت محمد شفیع لاہور میں موجود تھے یہاں ان کے بھائی محمد رفیع اور مولوی محمد تقی و منشی عبدالکریم اُن کے کارندے گرفتار کیئے گئے اور اُن کو ڈرایا گیا کہ اگر تم سب حال نہ بتلاؤ گے تو تم کو پھانسی دی جاوے گی جان کے ڈر سے محمد رفیع حقیقی بھائی محمد شفیع کے اور مولوی محمد تقی صاحب سُسر پُرانے کارندے اور واعظ جامع مسجد محمد شفیع پر گواہ ہو گئے اور جو پولیس نے اُس کو سکھلایا سو گواہی دے کر اپنی جان بچائی اور منشی عبدالکریم جنہوں نے حسب تعلیم پولیس گواہی نہ دی تھی بلا قصور محمد شفیع کے ساتھ دائم الحبس ہو گئے۔ ادھر پارسن صاحب نے دہلی میں پہنچ کر آفت مچا دی۔ سرائے اور شہر کے دروازے بند کر دیئے ہزاروں آدمیوں کی تلاشی ہوئی پچاس آدمی پکڑے گئے۔ اسی پکڑ دھکڑ میں پارسن صاحب کو یہ پتہ مل گیا کہ میں فلاں شکرم میں سوار ہو کر فلاں وقت معہ دو دوسرے آدمیوں کے علی گڈھ کو گیا ہوں تب اسی وقت انہوں نے بذریعہ تار برقی میری گرفتاری کے واسطے علی گڈھ توجہ دی گئی۔

باب (۳)

گرفتاری

خوبی تقدیر سے علی گڈھ میں جو میرے گھر سے قریب دو سو میل کے ہے عین میرے وہاں پہنچنے کے وقت یہ خبر تار پہنچی تو اسی وقت بر لب سڑک پولیس نے آکے ہم کو گھیر لیا اور ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ علی گڈھ کے بنگلے پر لے گئے

Marfat.com

اُس نے ہم کو مجسٹریٹ صاحب کے پاس بھیجدیا جہاں سے میں اور میرے دونوں ہمراہی تا آنکے جواب ثانی تار کے حوالات میں رکھے گئے۔ اسی دن شام کو جب میں تیمم کرکے نماز پڑھ رہا تھا پارسن صاحب وہاں پہنچ گئے اور مجھ کو قید میں دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور حکم دیا کہ اس کو پھانسی گھر میں بڑی حفاظت کے ساتھ بند کر دو۔ اسی دم میں ایک بڑی کوٹھری تنگ و تاریک میں بند کیا گیا۔ اور دو تین پہرے اس کے چوگرد مقرر کر دیے گئے۔

اب پھانسی گھر میں بند ہو کر مجھ کو عقل آئی کہ یہ فرار اور فخر تدبیر خداوند تعالی کی مرضی کے خلاف تھا۔ اور پھر میں آخر تک دیکھتا رہا کہ اس فرار سے یہ مقدمہ بہت بھاری ہو گیا تھا اور جو تکالیف مجھ کو یا میرے عزیزوں اور دوستوں کو پہنچیں وہ سب اسی فرار نابکار کا ثمرہ تھا۔ عاشقی کرکے جانچ کے وقت میدان سے بھاگ جانا صادقوں کا کام نہیں ہے۔ بقول حافظ ؎

بیگانہ را چہ کار بود در بلائے غم
آں را رسد کہ خاص بود آشنائے ما

جب بوقت شب بمقام علی گڈھ مجھ کو پہرہ والوں نے پوچھا کہ پھانسی والے مجرم پر بھی صرف ایک پہرہ ہوتا ہے تم ایسا کیا قصور کرکے آتے ہو کہ جس سے تم پر تین پہرے لگائے گئے۔ میں نے کہا کہ میں جس شخص کا غلام تھا بے اُس کے حکم کے بھاگ آیا ہوں اس واسطے وہ غصہ ہے اور مجھ کو راہ سے پکڑ والیا۔ سب سے پہلے جیل کا کھانا مجھ کو اس جیل میں ملا۔ دو روٹی اور تھوڑا سا ساگ میرے حوالے کیا گیا۔ ساگ میں تو سوائے موٹے ڈنٹھلوں کے پتی کا

Marfat.com

نام نہ تھا جن کا چبانا بھی دشوار تھا۔ روٹیوں میں ریت خاک کے ذرات اور مٹی ملی تھی۔ بجز خدا کا شکر کر کے تھوڑا بہت اُس میں سے کھایا۔ پھر اس کے بعد اکثر جیل خانوں میں میں نے وقتاً فوقتاً رہ کر دیکھا تو سب جگہ قیدیوں کا کھانا ویسا ہی پایا کیونکہ قیدیوں کو دراصل خوراک کم ملتی ہے جس سے اُن کا پیٹ نہیں بھرتا اور جب اُن کو گیہوں پیسنے کے واسطے دی جاتی ہے تو وہ مارے بھوک کے سیروں گیہوں چبا جاتے ہیں یا کچا آٹا پانی میں گھول کر پی لیتے ہیں اور آٹے کا وزن پورا کرنے کے واسطے آٹے میں مٹی یا لو ملا دیتے ہیں اور اسی طرح جو عمدہ ترکاری جیل کے باغوں میں پیدا ہوتی ہے اُس کو تو فروخت کر دیتے ہیں یا جیل کے عہدہ دار کھا جاتے ہیں تا کار ڈنٹھل جن کو جانور بھی نہ کھاویں گنڈاسوں سے کاٹ کوٹ کر قیدیوں کے واسطے پکا دیتے ہیں، وہ بھوکے اسی کو غنیمت جان کر ہاتھوں ہاتھ اُڑا جاتے ہیں۔ گو نوارد قیدیوں کو دو ایک دن اس کے کھانے میں تامل ہوتی ہے مگر جب مذاقِ الجوع اُن پر مسلط ہوتا ہے تو پلاؤ قورمے سے بھی زیادہ اُس میں مزہ لیتے ہیں اور کھا جاتے ہیں کیونکہ دنیا میں اصل مزا بھوک کا ہے۔

باب (۴)

امتحانِ عشق

دوسرے دن پارسن صاحب ہم تینوں آدمیوں کو ساتھ لے کر خوشی خوشی بسواری شکرم دہلی کو روانہ ہوا۔ شکرم میں سوار کرنے کے پہلے مجھ کو بیڑی ہتھکڑی

Marfat.com

طوق پہنا کر اور طوق میں بیلور باگ ڈور ایک اور زنجیر ڈال کر اور اس کا سرا ایک مسلح سپاہی پولیس کے ہاتھوں میں دے کر اس کو میرے پیچھے بٹھایا اور پارسن صاحب اور دوسرا انسپکٹر پولیس میرے داہنے بائیں بھرے ہوئے پستول کی جوڑیاں لے کر اور میرے بدن سے بدن ملا کر بیٹھ گئے۔ اس کے سوا پارسن صاحب بار بار مجھ کو راہ میں کہتا ہوا آتا تھا کہ اگر تم ذرا بھی حرکت کرو گے تو میں اس تمنچے سے تم کو مار دوں گا۔ علی گڑھ سے چل کر دہلی تک کھانا پینا تو درکنار کسی سخت ضروری حاجت کے واسطے بھی ہم نہ اتارے گئے۔ جب نماز کا وقت آتا تھا تو میں طلب اجازت تیمم کر کے بیٹھے بیٹھے اشاروں سے نماز پڑھ لیتا تھا اور گاڑی بدستور چلی جاتی تھی اور وہ چپ چاپ میری نماز کا تماشا دیکھا کرتے تھے۔ آخر بعد مصیبت اس حال سے لوہے میں جکڑے ہوئے ہم دہلی میں داخل ہوئے جہاں سے جا کر زیر بنگلہ ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس دہلی کے ہم کو ایک تہ خانہ میں زندہ درگور بند کر دیا دوسرے دن دہلی سے کرنال اور پھر کرنال سے انبالہ ہم کو لے گئے۔ جب ہم انبالہ میں پہنچے بہت رات جا چکی تھی اسی طرح بے آب و دانہ ہم تینوں آدمیوں کو علیحدہ علیحدہ کر کے تین پھانسی کی کوٹھڑیوں میں بند کر دیا جہاں ہم شروع اپریل تک برابر بند رہے۔ دوسرے دن فجر کے وقت پارسن صاحب سپرنٹنڈنٹ اور میجر ٹنکفیل صاحب ڈپٹی انسپکٹر جنرل پولیس اور کپتان ٹائی صاحب ڈپٹی کمشنر انبالہ مثل پا جوج ماجوج کے میری کوٹھڑی میں آئے اور مجھ سے کہا کہ تم اس مقدمہ کا سب حال بتلا دو تمہارے واسطے بہت بہتر ہوگا۔ میں نے کہا کہ میں کچھ نہیں جانتا۔ اس وقت پارسن

Marfat.com

صاحب نے مجھ کو پہلے بہت دھمکایا اور پھر مارنا شروع کیا جب میری مار حد
کو پہنچی اور میں گر پڑا تو ٹانی صاحب اور تحقیقل صاحب کہ تھڑی سے باہر چلے
ہو گئے اور جب اس قدر مار پر بھی میں نے کچھ نہ بتلایا تو وہ سب کے سب
اس دن مایوس ہو کر چلے گئے۔ میں نے جب یہ کیفیت ظلم و تعدی کی دیکھی تو
مجھ کو یقین ہو گیا کہ اب مجھ کو یہ لوگ زندہ نہ چھوڑیں گے میرے ذمے کچھ
رمضان کے روزے باقی تھے دوسرے دن سے میں نے ان کی قضا رکھنی شروع کی

دوسرے دن جب میں روزے سے تھا علی الصباح پارسن صاحب پھر
آیا اور وہی کارروائی شروع کی اگر تھوڑی دیر کے بعد مجھ کو اپنی گاڑی میں بٹھلا
کر ٹانی صاحب ڈپٹی کمشنر کے بنگلے پر لے گیا۔ جہاں پر دونوں صاحب یعنی
ٹانی صاحب اور میجر تحقیقل صاحب بھی موجود تھے اس دن ان دونوں نے مجھ
سے بہت [illegible] کہا اور کہا کہ ہم تحریری عہد کرتے ہیں کہ اگر تم [illegible]
جہاد کو بتلا دو تو تم کو سرکاری گواہ بنا کر رہا کر دیں گے سوا اس کے [illegible]
اور انعام [illegible] نہ بتلاؤ گے تم کو پھانسی ہو گی۔ میں نے اس چالاکی پر کچھ نہ
کہا تو پھر پارسن صاحب ان دونوں سے انگریزی میں کچھ باتیں کر کے مجھ کو ایک
الگ کمرے میں لے گیا۔ جہاں سے باز پھر مارنا شروع کیا۔ [illegible]
آٹھ بجے صبح سے آٹھ بجے رات تک مجھ پر اس قدر مار پڑی [illegible]
کسی پر ہوئی ہو لیکن بفضل الٰہی میں سب سہہ گیا۔ مگر جیسے [illegible]
کرتا جاتا تھا کہ اے رب یہی وقت امتحان کا ہے تو مجھ کو اس وقت ثابت
قدم رکھیو۔ جب وہ ہر طرح مایوس ہو گئے تو لا چار دس آٹھ بجے رات کے

Marfat.com

مجھ کو جیل خانہ کو واپس بھیجدیا۔ میں تمام دن روزے سے تھا بنگلہ سے باہر نکل کر درخت کے پتوں سے روزہ افطار کر لیا اور جیل میں پہنچ کر جو میرے حصہ کا کھانا رکھا تھا اُس کو کھا کر اور شکر الٰہی کر کے سو رہا جس دن میں ٹائی صاحب کے بنگلہ پر اس مار پیٹ کی لذت بنگلہ کے اندر اُٹھا رہا تھا اُس وقت منشی حمید علی صاحب تھانیدار تحصیل دار نرائن گڈھ صرف اس قصور پر کہ اس نے میری گرفتاری سے چند برس پہلے اپنے کسی دنیوی معاملہ میں مجھ کو ایک خط لکھا تھا اور بعض عملہ کچہری نے جو اس کے دشمن تھے اُس خط کے معنی غلط بیان کر دیے تھے جس پر وہ غریب معزز عہدہ دار معطل ہو کر باہر برآمدہ میں غمگین بیٹھا میں اس کا غمگین چہرہ دیکھ کر اپنی تکلیف بھول گیا اور یہ خیال دل میں آیا کہ مجھ منحوس نالائق کو فقط ایک خط لکھنے پر یہ بیچارہ بے گناہ بھی پکڑا گیا۔ اگر اس کے بدلے بھی مجھ کو ہی سزا ہو جائے اور یہ رہا ہو جائے تو بہت بہتر ہے۔ میں اپنی اس حالتِ زار میں اُس کے واسطے بہت دعا کرتا رہا۔ فضلِ الٰہی سے وہ ناکردہ گناہ آخر بری ہو کر پھر اپنے عہدہ پر بحال ہو گیا اور اب تک اول درجہ کا عہدہ دار ملک پنجاب میں ہے۔ اس تاریخ کے بعد پھر مجھ کو کبھی شاہد ہونے کی ترغیب نہیں دی گئی۔

باب (۵)

گواہ گردی

جب میری طرف سے قطعی مایوسی ہو گئی۔ تو محمد رفیع اور مولوی محمد تقی کو

58898

Marfat.com

جو میری طرح سے قید میں تھے مخبر بنا کر رہا کر دیا۔ انہیں کے بیان سے بے چارہ محمد شفیع جس کو اس مقدمہ سے بہت تھوڑا تعلق تھا لاہور سے پکڑا آیا۔ پھر انہیں کی راہبری سے پارسن صاحب پٹنہ کو گیا۔ جہاں الیشری پرشاد نام ایک ملازم پولیس اور مسٹر ٹیلر سابق کمشنر پٹنہ جو ۱۸۵۷ء میں مولوی حمید اللہ صاحب وغیرہ موحدوں کو بے قصور نظر بند کرنے کے قصور میں برخاست ہو گیا تھا۔ اس کے مددگار ہو گئے جن کی غیبت سے اس نے مولوی یحییٰ علی صاحب اور مولوی عبد الرحیم صاحب و الہی بخش و میاں عبد الغفار کو گرفتار کر کے انبالہ کو بھیج دیا۔ اور پھر پارسن صاحب بنگال کو گیا۔ جہاں جگہ جگہ بہت لوگوں کو گرفتار کیا۔ اکثر لوگ تو لاکھوں ہزاروں روپیہ خرچ کر کے رہا ہو گئے اور بہتوں کو پھانسی دینے کی دھمکیاں دے کر گواہ بنا لیا۔ صرف ایک قاضی میاں جان ساکن کمار کھلی ثابت قدم رہے۔ جو گرفتار ہو کر انبالہ کو آئے۔ بصیر الدین و علاؤ الدین سوداگران دہلی اور بہت سے دوسرے لوگ دہلی سے بھی گرفتار ہو کر آئے۔ پشاور سے لے کر مشرقی و شمالی کنارہ بنگال تک شاید کوئی مالدار مسلمان یا مولوی و نمازی باقی رہا جس کو ایک دفعہ پولیس نے پکڑ کر بقدر وسعت اس کے اپنا ہاتھ گرم نہ کر لیا ہو۔ غرض اس جھوکے میں دسمبر سے اپریل تک بڑی پکڑ دھکڑ رہی صدہا آدمیوں کو ڈرا دھمکا کر سکھلا کر گواہ بنا لیا۔ اس پارسن گردی کے دورہ میں وہ بے چارہ حسینی تھانیسری بھی جیب دہلی سے اشرفیاں لے کر لوٹا چلا آتا تھا۔ پکڑا گیا اور کل اشرفیاں ضبط کرا کے بے قصور ہمارے ساتھ ہی دائم الحبس ہو گیا۔ اس مقدمہ میں ہم نے دیکھا کہ بڑے بڑے صاحب لوگوں نے قانون و آئین سب طاق پر

Marfat.com

رکھ دیا تھا اور الیشری پرشاد وغیرہ ہندو مسلمان نے اپنے فائدے کے واسطے اس مقدمہ کو رسّی سے سانپ اور رائی سے پہاڑ بنا دیا اور ہم لوگوں کو بنا کر نپولین یا مہدی سوڈانی سا قرضی دشمن دولتِ انگلشیہ کا ٹھہرا کر اپنا مطلب نکالنا چاہا چنانچہ الیشری پرشاد وغیرہ جو نہایت ادنیٰ عہدے پر تھے۔ ڈپٹی کلکٹر وغیرہ ہو گئے اور بڑی بڑی زمینداری اور جاگیر دھوکہ دے کر سرکار سے لے لی اور غزن خاں مخبر نے تو ایک محض جھوٹا قصّہ اپنے بیٹے کے قافلہ کو بھیجنے کا گھڑ کر ایک دو گاؤں جاگیر سرکار سے لے لیے اور اخیر ۱۸۶۳ء سے دس برس تک برابر ہندوستان کے مسلمانوں پر قیامت برپا رکھی۔ صدہا مسلمان مارے خوف کے گھر بار چھوڑ کر عرب وغیرہ ملکوں میں جا بسے خود غرضوں اور خوشامدیوں اور ہمارے مدعی اور دشمنوں نے خوب دل کے چاؤ نکالے۔ دس برس تک اخباروں میں سوائے اس قصّہ اور بحث کے کوئی دوسری بات کم ہوتی تھی۔ ایک محکمہ معہ گواہ شاہدوں کے اس دار و گیر کے واسطے برسوں تیار رہا جس کو چاہا پکڑ لیا اور جو چاہا رشوت لے لی اور جس نے نہ دی اُس پر اُن معمولی گواہوں سے گواہی دلا کر دائم الحبس کر دیا۔ چمبرلین صاحب اس دار و گیر وہابیوں کے کمشنر ہو کر راولپنڈی اس کا صدر مقام ہوا۔ چنانچہ مولوی نذیر حسین صاحب محدث دہلوی جو ایک نامی خیر خواہ دولت انگلشیہ کے ہیں واسطے خدمت گوینڈگری وہابیوں کے دہلی سے راولپنڈی طلب ہوئے۔ لیکن ابھی کچھ کارروائی شروع نہ ہوئی تھی۔ کہ اس احکم الحاکمین اور سریع الانتقام کو یہ کارروائی ظلم اپنے برگزیدہ بندوں پر پسند نہ ہوئی۔ یہ اجل وارنٹ موت ناگہانی خود چمبرلین صاحب کی اس دربار عالی میں طلبی ہو گئی۔

Marfat.com

اُن کے مرنے کے بعد پھر کسی دوسرے صاحب کو اس خدمت خطرناک کے قبول کا حوصلہ نہ ہوا۔ تو پھر وہ محکمہ ہی ٹوٹ گیا۔ اور غریب مسلمان بوجہ اس تائیدِ غیبی کے اس آفت ناگہانی سے محفوظ رہے۔ اور مولوی نذیر حسین صاحب جن پر واسطے اظہار تمام کل میراث اہل حدیث باشندگان ہند کے جبر کیا جاتا تھا۔ رہا ہو کر اپنے گھر کو واپس آ گئے اور ان خود غرضوں نے اُن سیدھے سادے فقیران ساکنان ملکِ غیر کا ڈر اور رعب ہماری ایسی بہادر اور دانا سرکار کے دل پر اٹھا دیا اور اس میں ایسا مبالغہ کیا کہ گویا سلطنت انگریزی کا قلع قمع کرنے والے یہی لوگ ہیں۔ اور جس قدر اس کا اثر ہماری دانا قوم پر ہوا ہے وہ ڈاکٹر ہنٹر صاحب کی کتاب کے دیکھنے سے بخوبی معلوم ہو سکتا ہے کہ موصوف نے رسی کا سانپ اور رائی کا پہاڑ بنا دیا ہے۔ اور کیسی لطیف دلیل سے فاتح اور مفتوح میں عداوت ثابت کی ہے اور طرہ یہ کہ علی العموم بلا تخصیص تمام ہند کے مسلمانوں پر حملہ کیا ہے۔ حالانکہ اس تحریر کے بعد بڑے بڑے موقعوں پر ہند کی خیر خواہی دخیر سگالی ثابت ہو کر وہ کل سبب جو بوجہ فاتح اور مفتوح کے دلوں کو بگاڑنے والے ہے قابلِ اعتبار نہیں رہے۔ اور مولوی سید احمد بہادر سی۔ ایس۔ آئی نے شروع ہی میں بڑے دلائل سے اس خیالی پلاؤ ڈاکٹر ہنٹر کو رد کر کے اس کی دھجیاں اڑا دی ہیں۔ اور سر دعوی کو اصول ہی سے غلط ثابت کر دیا ہے مگر تو بھی اس کتاب ڈاکٹر ہنٹر کا جادو ابھی تک اکثر انگریزوں کے دلوں پر ہے۔ جو وہابیوں کو اپنا جانی دشمن جانتے ہیں۔ اور اگرچہ ابتدائے عملداری پنجاب سے افغانوں نے صدہا بڑے

Marfat.com

بڑے معزز انگریزوں اور میم اور بچوں کو بلکہ گورنر جنرل تک کو مار ڈالا اور ابھی تک جہاں موقع پاتے ہیں۔ اپنی وحشیانہ حرکت سے باز نہیں آتے اور ان کے مولویوں نے عام فتویٰ دے رکھا ہے کہ انگریز کا مارنا بڑا ثواب ہے۔ مگر تو بھی انگریز افغانوں کو اپنا اس قدر دشمن نہیں جانتے جس قدر وہابیوں کو ڈاکٹر ہنٹر کی بدولت اپنا دشمن فرض کر رکھا ہے۔ حالانکہ ابتدائے عملداری سرکار سے وہابیوں سے قتل انگریز تو درکنار کبھی کوئی حرکت خلافِ تہذیب بھی سرزد نہیں ہوئی۔ حین بغاوت ۱۸۵۷ء کے عام فتنہ کے وقت بجائے بغاوت اور فساد کے وہابیوں نے انگریزوں کی میم اور بچوں کو باغیوں کے ہاتھ سے بچا کر اپنے گھروں میں چھپا رکھا۔ مگر ڈاکٹر ہنٹر کے جادو نے دونوں قوموں کے درمیان براہِ تعصب سخت دشمنی اور نفرت پیدا کر رکھی ہے۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ ان پچیس برس گذشتہ کے تجربوں اور وہابیوں کی خیر خواہی نے ڈاکٹر ہنٹر صاحب کے اس خیالی پلاؤ کو از سر تا پا دروغ ثابت کر دیا اور جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حسب سفارش گورنمنٹ پنجاب جس کے علاقہ کے وہابی جملہ رعایا ہند پر خیر خواہی سرکار میں سبقت لے گئے۔ یہ لفظ وہابی جو ان کا عطیہ خطاب تھا بحکم گورنمنٹ ہند سرکاری تحریرات میں یک قلم لکھنا بند ہو گیا اور آئندہ سے یہ لوگ اپنے پرانے نام محمدی یا اہل حدیث سے پکارے جایا کریں گے اور میں دیکھتا ہوں کہ بوجہ اس قدر دانی گورنمنٹ کے یہ لوگ اس قدر گورنمنٹ کے ہوئے ہیں۔ کہ اگر موقع آپڑے تو سرکار ابد پائیدار پر اپنی اپنی جان نثار کر دیویں۔

Marfat.com

باب (۶)

مقدمہ

آمدم برسر مطلب دسمبر سے اپریل تک یہ سب دارو گیر ہوگئیں۔ اور اپریل مجسٹریٹی ضلع انبالہ میں یہ مقدمہ پیش ہوا اور ہم سب لوگوں کو پھانسی گھروں سے نکال کر کچہری میں لے گئے اس وقت معلوم ہوا کہ میرا حقیقی بھائی محمد سعید میرے اوپر اور محمد رفیع حقیقی بھائی محمد شفیع کا اس کے اوپر پھانسی کی دھمکی سے گواہ ہوگئے اور اسی کارروائی سے پچاس ساٹھ آدمی جن میں اکثر نوکر یا ملاقاتی تھے ہمارے اوپر گواہ بنائے گئے۔ لیکن اکثر گواہی دیتے وقت بھی ہماری طرف دیکھ کر زار زار روتے بھی جاتے تھے۔ مگر بے بس۔ اگر گواہی نہ دیویں تو قطع نظر مار پیٹ کے پھانسی کا سامنا تھا۔ اور یہ سب گواہ تا ادائے شہادت محکمہ سشن کے مثل قیدیوں کے زیر حراست پولیس رکھے گئے تھے اور پولیس ہی سے ان کو عمدہ خوراک اور لباس ملتا تھا۔ چنانچہ لاکھوں روپیہ سرکار کا ان بے جا کارروائیوں میں صرف ہوگیا۔ اور مار پیٹ کی تو یہ حالت تھی کہ عباس نام ایک لڑکا جو مدت تک میرے گھر میں رہ کر پرورش پایا تھا جب مجسٹریٹی میں گواہی دیتے وقت مجھ کو دیکھ کر مارے محبت کے جھوٹا اور آموختہ بیان میرے اوپر کرنے سے ہچکچایا تو اسی روز رات اس کو ایسی سزائے سخت دی گئی کہ وہ بچہ اسی صدمہ سے قبل از درپیشی مقدمہ سشن کے مر گیا مگر رفع بدنامی

Marfat.com

کے واسطے پارسن صاحب نے اس کا مرنا کسی مرض سے مشہور کر دیا تھا جس دن ہم اول روز مجسٹریٹی میں حاضر کیے گئے تو میرا بھائی بھی بزمرۂ گواہان زیر حراست پولیس تھا۔ اس نے مجھ کو بذریعہ ایک سپاہی پولیس کے یہ خبر بھیجدی کہ تجھ کو پولیس نے مار پیٹ کر تمہارے اوپر گواہ بنا لیا ہے۔ سو اب جس وقت پر سر اجلاس میرے اظہار تحریر ہوں گے۔ تو میں اپنے اس بیان سے جو مار پیٹ کر لکھایا ہے پھر جاؤں گا۔ اس کے جواب میں میں نے اس کو کہلا بھیجا کہ میری قید اور رہائی کچھ تمہارے بیان پر موقوف نہیں ہے وہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔ اگر تمہارا اظہار بابت ہوا ہے تو اب اس سے پھر جانے پر بجرم دروغ حلفی تم کو سزا سخت ہو جاوے گی۔ میں تو پہلے سے پھنسا ہوا ہوں تمہارے پھنس جانے سے والدہ ضعیفہ صدمہ کھا کر ہلاک ہو جاوے گی۔ اس واسطے بہتر ہے کہ جو تم نے پہلے لکھایا ہے وہی اب بھی بیان کرو لیکن باایں ہمہ جب اس کا اظہار میرے سامنے ہونے لگا تو وہ پہلے اظہار سے منکر ہو گیا۔ صاحب لوگ بر سر اجلاس اس کا انکار سن کر اول تو بڑے غصے ہوئے مگر بوجہ اس کی صغر سنی کے اس کو کچھ سزا نہ دے سکے۔ اس کا نام گواہوں سے کاٹ کر اس کو نکال دیا۔ کثرت گواہوں کے سبب سے ایک ہفتہ تک فقط یہی مقدمہ کچہری مجسٹریٹی میں پیش ہوتا رہا۔ صاحب لوگوں کا تعصب ہم لوگوں سے یہاں تک تھا کہ جب بروقت در پیشی مقدمہ کے ہم نے یہ درخواست کی کہ ہماری نماز کا وقت آگیا ہے ہم کو نماز پڑھنے کی اجازت بخشی جاوے تو یہ اجازت بھی ہم کو نہ دی گئی۔ مگر وہ ہمارا کیا کر سکتے تھے ہم نے عین دوران مقدمہ میں

Marfat.com

تیمم کر کے بیٹھے ہوئے اشاروں سے نماز پڑھ لی۔ ایک ہفتہ کی کارروائی کے بعد ہمارا مقدمہ سپرد سشن ہوا اس وقت تک ہم پھانسی کے گھروں میں علیحدہ علیحدہ قید تھے بعد سپردگی سشن کے ہم سب کو ایک جگہ حوالات میں بند کر دیا اب بعد ایک مدت کے تنہائی اور چلہ کشی کے جو ہم سب دوست ایک جگہ جمع ہوئے تو بڑی خوشی ہم لوگوں کو ہوئی میں تو سعدی کا یہ شعر اکثر پڑھا کرتا تھا۔

پائے در زنجیر پیش دوستاں
بہ کہ با بیگانگاں در بوستاں

مگر ایک مدت دراز چار ماہ تک کے تخلیہ اور تنہائی سے بھی ہم لوگوں کو بہت روحانی فائدہ ہوا تھا۔ انوار الٰہی آئینہ صافیہ قلب میں خوب محسوس ہوتے تھے۔ نماز روزے میں کمال لذت حاصل ہوتی تھی کہ شاید وہ کیفیت بہ سولہ چلہ کشی اور گوشہ نشینی میں بھی حاصل نہ ہوتی۔ اس وقت مولوی یحییٰ علی صاحب کی صحبت ایک مغتنمات سے تھی مگر محمد شفیع اور عبدالکریم یہ دونوں آدمی کسی قدر کشیدہ خاطر رہا کرتے تھے باقی ہم نو آدمی اس حوالات میں نہایت شاداں اور فرحاں تھے۔ اور یہ خاکسار تو جب اپنی تہی دستی اور کم علمی پر خیال کر کے انعامات الٰہی اور اس سرفرازی کو جو میرے حال بد مآل پر مبذول تھی مقابلہ کر کے دیکھتا تو سمجھتا تھا کہ میری مثل ٹھیک ایسی ہے کہ جیسے کسی چمار کے سر پر بلا واسطہ وسفارش و بلا استحقاق ولیاقت ذاتی کے تاج شاہی رکھ دیا جاوے۔ میں اور میرا حسب نسب اور لیاقت کہاں اور

Marfat.com

یہ سرفرازی خدا کے راہ میں امتحان ہوکر ثابت رہنے کی کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ ایسے امتحانوں میں پیغمبر اور صحابہ لوگ بھی گھبرا جاتے تھے۔ اس صبر اور استقلال کے انعام کو خیال کر کے اوّل سے آخر تک میری زبان پر تو شکر ہی شکر جاری رہا۔ مولوی یحییٰ علی صاحب کی کیفیت اس سے بھی زیادہ بڑھ چڑھ کر تھی وہ اکثر اس رباعی کے مضمون کو ادا کرتے تھے ؎

لست ابالی حین اقتل مسلما — علی ای شق کان فی اللہ مصرعی

وذلک فی ذات الالہ وان یشأ — یبارک علی اوصال شلو ممزع

ترجمہ :۔ نہیں پروا کرتا ہوں میں جب کہ مارا جاؤں میں مسلمان کسی کروٹ پر ہو پھر کر جانا میرا طرف خدا کی اور یہ اللہ کے ہاتھ میں ہے اور اگر چاہے برکت دیوے اوپر ملا دینے ٹکڑوں پراگندہ کے "۔ اور یہ وہ رباعی ہے۔ جب حضرت خبیب رضؓ ایک صحابی کو کفار مکہ پھانسی دینے لگے۔ اس نے نہایت جوانمردی سے یہ رباعی پڑھ کر راہِ خدا میں جان دی اور شہید ہوا۔ اور اس کی موت کی خبر اور اس کا سلام خود جبرئیل علیہ السلام نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ میں پہنچایا تھا۔ مولوی یحییٰ علی صاحب بڑے درد اور عشق سے یہ شعر بھی اکثر سید صاحب کے فراق میں پڑھا کرتے تھے ؎

اپنا پیغام درد کا کہنا جب صبا کوئے یار سے گذرے
کونسی رات آپ آئیں گے دن بہت انتظار میں گذرے

کچھ عرصہ کے بعد آخر اپریل میں یہ مقدمہ با جلاس میجر ایڈورڈس صاحب محکمہ سشن میں پیش ہوا۔ وہاں بھی ایک ہفتہ تک روبکاری ہوتی رہی محمد شفیع

Marfat.com

اور عبدالکریم کی طرف سے مسٹر گڈال ایک بیرسٹر محکمہ مجسٹریٹی میں وکیل اور پیروکار تھے اور جب یہ مقدمہ کچہری سشن میں پیش ہوا تو مولوی محمد حسن صاحب اور مولوی مبارک علی صاحب نے جو پٹنہ والوں کی طرف سے پیروکار تھے مسٹر پلوڈن نام ایک دوسرے وکیل کو بلایا۔ یہ وکیل بڑا جہاں دیدہ اور فہمیدہ ایک مسن آدمی تھا۔ جب پلوڈن صاحب اپنا مختار نامہ لے کر حوالات میں ہمارے دستخط کرانے کو آیا تو مولوی عبدالرحیم صاحب مولوی یحییٰ علی صاحب والٰہی بخش سوداگر و حسینی و قاضی میاں جان صاحب و عبدالغفار صاحب و منشی عبدالغفور آٹھ مدعا علیہم نے اس پر دستخط کر دیے۔ مگر میں نے اپنے دستخط نہیں کیے اور کہا کہ میں وکیل ہوں اپنی جواب دہی آپ کر دوں گا۔ مولوی یحییٰ علی صاحب اس تقرری وکیل اور بربادی زر سے راضی نہ تھے بلکہ اگر دوسرے لوگ ان کو نہ روکتے تو وہ اپنے نیک اعمال کا اقبال کرنے کو تیار تھے۔ مگر ان کی طبیعت کچھ ایسی سیدھی اور بے عذر تھی کہ جب ان سے مختار نامہ پر دستخط کرنے کو کہا گیا تو بے عذر اس پر بھی دستخط کر دیے۔ اب سرکار کی طرف سے مسٹر بکنیل صاحب اور پارسن صاحب پیروکار اور وکیل تھے اور دس مدعا علیہم کی طرف دو وکیل اور میں بذات خود اپنی جواب دہی کرتا تھا۔ جب کوئی گواہ پیش ہوتا تو پہلے اس کا بیان صاحب سشن جج آپ لکھتے اور سوال جرح کے تحریر کرتے۔ بعد اس کے سرکاری وکلا اور اس کے بعد ہر دو وکلاء مدعا علیہم۔ ایک دوسرے کے بعد اور سب کے آخر میں یہ خاکسار سوالات جرح کے کرتا۔ چونکہ میں سب سے زیادہ اس مقدمہ سے واقف اور ان گواہوں کے حالات اور علم لیاقت

Marfat.com

سے بھی بخوبی آگاہ اور اس فن وکالت میں بھی پورا تجربہ حاصل اور اس وقت بہ نسبت دوسروں کے مجھ کو خدا تعالیٰ سوالات جرح بھی خوب سوجھاتا تھا۔ اکثر گواہ میرے سوالات کے جواب سے تنگ آکر دوہائی دوہائی کرنے لگتے تھے۔ اور بوجہ اجلاس عام ہونے کے بہت سے یورپین اور دیسی تماشہ بین حاضر ہوکر یہ تماشہ دیکھا کرتے تھے۔ چار اسیسر دو ہندو دو مسلمان رؤسا صلع انبالہ سے بلائے گئے تھے۔ جب شہادت طرفین تمام ہوگئی تو مدعا علیہم کے جواب لیے گئے۔ دس مجرموں کا جواب تو اُن کے وکیلوں نے تحریر دیا داخل کیا۔ اخیر میں صاحب سشن جج نے میری طرف مخاطب ہوکر فرمایا۔ بولو تمہارا کیا جواب ہے۔ تب میں نے ہر ایک ثبوت مدخلہ سرکار کی تردید بیان کرکے اپنا جواب نہایت مشرح اور مدلل لکھانا شروع کیا صاحب جج نے اس میں سے کسی قدر لکھ کر بڑے غصہ سے مجھ سے کہا کہ اس جواب سے کچھ فائدہ نہیں ہے بہتر یہ ہے کہ تم اپنے قصور کا اقبال کرکے عدالت کی مہربانی اور رحم سے اپنی معافی مانگو۔ میں یہ مخالفانہ تعلیم کا سبق سُن کر چپ ہو رہا اور کہا کہ میں فقط انصاف چاہتا ہوں سو آپ سے اس کی امید نظر نہیں آتی۔ اس کے بعد میں نے دس بارہ آدمی گواہ اپنی بریت کے بلانے چاہے سو وہ بھی بلائے نہ گئے۔ بلکہ جب واقعہ ۲ رمئی ۱۸۶۴ء روز سُنانے حکم کے اپنے گواہوں کو میں نے آپ حاضر کرا دیا تو بھی اُن کے اظہار نہ لکھے گئے۔ مگر محمد شفیع اور دوسرے اکثر مدعا علیہم کی طرف سے بہت گواہ گذرے لیکن بے سود۔ کون سنتا ہے بلکہ محمد شفیع کی طرف سے ایک سو سے زیادہ سارٹیفکیٹ خیر خواہی و خیر سگالی

Marfat.com

سرکار و عمدہ کارگذاری کے پیش ہوئے جن کی نسبت اس متعصب جج نے
یہ لکھا ہے کہ ہر ہر فقرہ ان سارٹیفکٹوں کا محمد شفیع کے مجرم اور مستحق سزا ہونے
پر ایک دلیل ساطع اور برہان قاطع ہے۔ ہمارے لائق اور دیرینہ وکیل مسٹر
پلوڈن نے بہت سی قانونی کتابوں اور نظائر سے ثابت کر کے یہ جواب لکھا تھا
کہ ملکہ ستھانہ وغیرہ مقامات جہاں یہ جنگ جس کی اعانت کرنے کا ان لوگوں
پر الزام ہے واقعہ ہوا عملداری سرکار سے باہر ہیں اور لقط جنگ کرنا یا ملکہ
معظمہ یا نیابت مصرحہ دفعہ ۱۲۱ تعزیرات ہند کسی جنگ وقوعہ بیرون حدود
عملداری سرکار پر صادق نہیں آتا۔ چنانچہ تمثیل ب زیر دفعہ ۱۲۱ صاف لکھا
ہے کہ زید نے جو ممالک ہند میں ہے باغیوں کو ہتھیار بھیجنے سے ایک بغاوت
میں اعانت دی جو گورنمنٹ ملکہ معظمہ واقعہ سیلون کے مقابلہ میں اندر حدود
ممالک مقبوضہ ملکہ کے) ہوئی تو زید ملکہ معظمہ سے جنگ کرنے میں اعانت کا
مجرم ہوگا۔ اس واسطے ان لوگوں کو اس دفعہ کی رو سے سزا نہیں ہو سکتی جب
صاحب سشن جج اور دوسرے انگریزوں نے یہ دلیل وکیل کی سنی تو ایک
دم سرد ہو گئے اور سوائے ہاں اور بجا کے کوئی جواب نہ بن آیا۔ مگر اس مقدمہ
میں تو انگریزوں کو پرلے سرے کا تعصب تھا۔ شروع کارروائی سے اس
مقدمہ میں قانون طاق پر رکھ دیا تھا اس واسطے بعد لینے اس جواب کے واسطے
واسطے مشورہ باہمی کے مقدمہ کو چند روز کے واسطے ملتوی کر دیا گیا۔ اور جان لارنس
صاحب بہادر گورنر اور دوسرے بڑے بڑے افسروں سے جو خواہ نخواہ ہمارا
قلع قمع ہی چاہتے تھے مشورہ کیا گیا ان کو تو خود غرضوں نے یہ سوجھا رکھا تھا کہ

Marfat.com

اگر ان چند غریبوں کو پھانسی دے کر وہابیوں کا ہند سے قلع قمع نہ کر دوگے عملداری سرکار ہند میں رہنا محال ہے پھر قانون کو کون سنتا ہے۔

باب (۷)

فیصلہ

بعد التوائے دراز کے ۲ر مئی ۱۸۶۴ء کو پھر ایک آخری اجلاس سشن ہوا اور جج صاحب موصوف اپنی تجویز اور فتوٰی سزا اپنے گھر پر بیٹھ کر حسب ایما گورنر صاحب کے لکھ لائے تھے۔ اس دن اجلاس میں بیٹھنے کے ساتھ ہی پہلے چاروں اسیسروں سے سشن جج صاحب نے مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ آپ لوگوں نے اس مقدمہ کو اول سے آخر تک سنا اب جو آپ کی رائے ہو لکھ کر پیش کرو۔ ہم نے دیکھا کہ یہ چاروں اسیسر اُس وقت بھی ہماری شکلوں کو دیکھ دیکھ آنسو بھر بھر لاتے تھے اور دل سے ہماری رہائی کے خواہاں تھے۔ مگر جب صاحب جج و کمشنر کی رائے کو ہماری سزا پر مائل پایا تو مارے ڈر کے انہوں نے بھی لکھ دیا کہ ہمارے نزدیک بھی جرم متدرجہ فرد قرارداد ان پر ثابت ہے۔ پھر تو صاحب جج و کمشنر نے بعد حصول اس اجازت قانونی کے اپنی تجویز جو پہلے سے میز پر لکھی ہوئی رکھی تھی پڑھنی شروع کی جس میں آئیں بائیں شائیں کر کے پلوڈن صاحب کی عمدہ دلیل کا جواب تھا اور پھر سب سے پہلے میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم بہت عقلمند اور ذی علم

Marfat.com

اور قانون دان اور اپنے شہر کے نمبردار اور رئیس ہو۔ تم نے اپنی ساری عقلمندی اور قانون دانی کو سرکار کی مخالفت میں خرچ کیا۔ تمہارے ذریعہ سے آدمی اور روپیہ سرکار کے دشمنوں کو جاتا تھا۔ تم نے سوائے انکار بحث کے کچھ حیلۃً بھی خیر خواہی سرکار کا دم نہیں بھرا اور باوجود فہمائش کے اس کے ثابت کرنے میں کچھ کوشش نہ کی اس واسطے تم کو پھانسی دی جاوے گی۔ اور تمہاری کل جائداد ضبط سرکار ہوگی اور تمہاری لاش بھی تمہارے وارثوں کو نہ دی جاوے گی بلکہ نہایت ذلت کے ساتھ گورستان جیل میں گاڑ دی جاوے گی۔ اور اخیر یہ کلمہ بھی فرمایا کہ میں تمہیں پھانسی پر لٹکتا ہوا دیکھ کر بہت خوش ہونگا۔ یہ تمام بیان صاحب موصوف کا میں نے نہایت سکوت سے سنا مگر اس آخری فقرہ کے جواب میں میں نے کہا کہ جان دینا اور لینا خدا کا کام ہے۔ آپ کے اختیار میں نہیں ہے وہ رب العزت قادر ہے کہ میرے مرنے سے پہلے تم کو ہلاک کر دے لیکن اس جواب باصواب پر وہ بہت خفا ہوا مگر پھانسی کا حکم دینے سے زیادہ اور میرا کیا کر سکتا تھا۔ جس قدر سزائیں اس کے اختیار میں تھیں سب دے چکا تھا۔ لیکن اس وقت میرے منہ سے یہ الہامی فقرہ ایسا نکلا تھا کہ میں تو اس وقت تک زندہ موجود ہوں مگر وہ اس حکم دینے کے تھوڑے عرصہ بعد ناگہانی ذلت سے راہی ملک عدم ہوا۔ مجھ کو اپنی اس وقت کی کیفیت خوب یاد ہے کہ میں اس حکم پھانسی کو سن کر خوش ہوا تھا کہ شاید ہفت اقلیم کی سلطنت ملنے سے بھی اس قدر مسرور نہ ہوتا۔ اس حکم کے سننے سے میری وہ کیفیت ہوئی کہ گویا جنت فردوس اور حوریں آنکھوں کے سامنے پھرنے لگ گئیں تھیں۔ میرے اوپر

Marfat.com

مولوی یحییٰ علی صاحب اور اُن کے بعد محمد شفیع اور اُن کے بعد نمبر دار سب آدمیوں کو حکم سزا کا سُنا دیا گیا۔ جن میں میں اور مولوی یحییٰ علی صاحب اور حاجی محمد شفیع تین آدمیوں کے واسطے پھانسی وغیرہ حسب مذکورہ بالا اور باقی آٹھ مجرموں کو دائم الحبس بعبور دریائے شور معہ ضبطی کل جائداد کے سزا ملی۔ میں نے مولوی یحییٰ علی صاحب کو بھی نہایت بشاش پایا لیکن محمد شفیع کے چہرے کا رنگ بدل گیا تھا تاہم اُنہوں نے بھی اپنی طبیعت کو بہت تھاما۔ اس دن پولیس والے اور تماشہ بین مرد عورت بکثرت حاضر تھے قریب تمام کے احاطہ کچہری ضلع انبالہ کا خلقت سے بھرا ہوا تھا۔ حکم سُنا کر اس کا چپ ہونا تھا کہ صدہا مسلح اہل پولیس زیر حکم کپتان پارسن صاحب میرے نزدیک آکر کہنے لگا کہ تم کو پھانسی کا حکم ملا ہے تم کو رونا چاہیے تم کس واسطے اتنا بشاش ہے۔ میں نے چلتے چلتے اس کو بولا کہ شہادت کی امید پر جو سب سے بڑی نعمت ہے اور تم اس کو کیا جانو۔ اس مقام پر یہ بات بھی بیان کرنا ضروری ہے کہ پارسن صاحب بھی ایڈورڈس صاحب سے بڑھ کر متعصب تھا اور اس مقدمہ میں شروع سے اُس نے ہم لوگوں پر بہت ظلم کیا تھا کہ جس کی تفصیل یہ قلم بھی نہیں کر سکتی مگر خداوند تعالےٰ منتقم حقیقی تو موجود تھا گو اس کے کام دیر اور سہولت سے ہوتے ہیں۔ ہم کو سزا ہو کر تھوڑے دن گذرے تھے کہ یہ بے خوف بھی دنیا ہی میں پاگل ہو کر راہی ملک عدم ہوا۔ اس دن تماشہ بین لوگ ہماری پھانسی کا حکم سُن کر اکثر زار زار روتے تھے۔ کوئی خدا کی مرضی اور رضا بالقضا سے اپنے رنج کو روکتا تھا کوئی دم بخود ساکت ہو کر ہم کو دیکھ رہا تھا جیل خانہ تک بیسیوں مرد

Marfat.com

عورت اردگرد سڑک کے ہمارا منہ دیکھتے ہوتے چلے گئے ۔ اسی حالت
کے اندر پولیس ہم کو جیل خانہ میں لے گئی ۔ اور ہم سب کو گیروا لباس پہنا دیا۔
ہم تین پھانسی والوں کو علیحدہ علیحدہ تین پھانسی گھروں میں بند کر دیا ۔ باقی
آٹھ آدمیوں کو جیل خانہ میں دوسرے قیدیوں کے ساتھ ملا دیا ۔ ۲ مئی کی
رات کو جب ہم ان تنگ و تاریک کوٹھڑیوں میں جو نواب سراج الدولہ
کے بلیک ہول قلعہ کلکتہ سے بھی بڑی ہوئی تھیں بند ہوتے تو پہلی ہی رات
کو جہنم کا نمونہ ہو گیا ۔ اس کی صبح کو ہم نے اہلیان جیل خانہ سے اپنی یہ
تکلیف بیان کر کے چاہا کہ کسی طرح ہم کو بوقت شب ان کوٹھڑیوں سے
باہر رکھا جاوے ۔ مگر سب اہلی جیل خانہ مارے ڈر کے انکار کر کے
باہر چلے گئے ۔ لیکن ان کا انکار کر کے جیل خانہ سے باہر نکلنا تھا کہ
سامنے سے ایک سوار تار گھر سے ایک خانہ ضروری لے کر پہنچا ۔ لفافہ
کھول کر جو دیکھا تو اس میں یہی لکھا تھا کہ ان تینوں پھانسی والوں کو
بوقت شب میدان میں باہر سلایا کرو ۔ یہ طرفہ تماشا تائید الہی کا دیکھ
کر اسی جیل خانہ والوں نے ہم کو یہ حکم سنا دیا ۔ ہمارے واسطے
بڑے اہتمام سے تین نئی پھانسیاں اور اس کے ریشمی رسے تیار
ہوئے اور ادھر مثل مقدمہ کو واسطے منظوری پھانسی کے محکمہ
چیف کورٹ پنجاب میں بھیج دیا ۔

Marfat.com

باب (۸)

چیف کورٹ

ہمارے دونوں وکیل بھی کچھ زائد مختانہ لے کر معہ مولوی محمد حسین صاحب اور مولوی مبارک علی صاحب و محمد سعید میرا بھائی و عبدالرحمٰن پسر محمد شفیع کے چیف کورٹ میں پہنچے اور میجر و کرنیل صاحب وغیرہ سرکاری وکلا اور سرکار بھی سب سے پہلے حاضر ہوئے۔ اور جیل میں نقل حکم منگا کر میں نے بھی اپیل خوب مدلل لکھ کر معرفت سپرنٹنڈنٹ جیل کے چیف کورٹ روانہ کر دیا۔ کہ چیف کورٹ میں بھی چند اجلاسوں میں بڑی دھوم دھام کے ساتھ یہ مقدمہ پیش ہوا اور وہاں بھی مسٹر بلوڈن ہمارے وکیل نے بڑے دلائل سے باصرار تمام کہا کہ زیر دفعہ ۱۲۱ یہ لوگ ہرگز قید نہیں ہو سکتے۔ اس دفعہ کے رو سے ان کو قید کرنا سراسر خلاف قانون ہے۔ کوئی دوسری دفعہ ان پر قائم کرو۔ میسٹر رابرٹ کسٹ صاحب نے جو اس زمانہ میں جوڈیشل کمشنر تھے۔ اس قانونی دلیل وکیل کو برسر اجلاس تسلیم کر لیا لیکن وہاں بھی مشورہ کرنے کے واسطے چند روز کا التوا کیا گیا۔ اس کے بیچ میں اخبار والوں نے اپنی اپنی رائے لگا دی کہ یہ لوگ رہا ہو چکے فقط حکم سنانا باقی رہ گیا ہے۔ ہمارے گھر والوں کو تو ہماری رہائی پر اس قدر یقین ہو گیا تھا کہ ہمارے گھر سے ایک نیا جوڑا کپڑوں کا بھی تیار ہو کر آ گیا تھا کہ بروز رہائی میں اس کو پہن کر گھر آؤں گا۔

Marfat.com

چیف کورٹ کا التوا بہت لمبا ہوا۔ غالباً ولایت تک کی رائے ہم کو خلاف قانون قید کرنے پر لی گئی۔ ۲ مئی تاریخ سنانے حکم پھانسی سے ۱۶ ستمبر تک ہم پھانسی گھروں میں بند رہے۔ اہلیان جیل ہمارے پھانسی دینے کا سامان تیار کر رہے تھے اور اُدھر ہم انگریزوں کا تماشا بن رہے تھے۔ صدہا صاحب لوگ اور میم روزانہ ہمارے دیکھنے کو پھانسی گھروں میں آتے تھے۔ مگر بخلاف دوسرے عام پھانسی والوں کے ہم کو نہایت شاداں و فرحاں پاکر یہ یورپین تماشا بین بہت تعجب کرتے۔ اکثر ہم کو پوچھتے تھے کہ تم کو بہت جلد پھانسی ہوگی تم خوشی کس واسطے کرتے ہو۔ ہم اس کے جواب میں صرف اسی قدر کہہ دیتے کہ ہمارے مذہب میں خدا کی راہ میں ایسے ظلم سے مارے جانے پر درجہ شہادت کا ملتا ہے اس واسطے ہم کو خوشی ہے۔ شانِ الٰہی سے ہم پھانسی گھروں ہی میں تھے کہ بقر عید آگئی۔ ہم کو خیال ہوا کہ آج مسلمان خوب قربانی کا گوشت اڑاتے ہوں گے۔ اس خیال کے تھوڑی دیر بعد بوقت شب پلاؤ اور قورمہ اور قلیہ اور کباب وغیرہ بقر عید کے کھانے سب ہمارے واسطے اسی پھانسی گھر میں غیب سے موجود ہو گئے۔ ہم نے خوب سیر ہو کر کھایا اور شکر الٰہی ادا کیا۔ ایک رات کو اسی پھانسی گھر میں ہم تینوں آدمی ایک جگہ بیٹھے ہوئے باتیں کرتے تھے کہ اس وقت ہمارے سب محافظ آپس میں صلاح کر کے ہم سے کہنے لگے کہ تم تینوں آدمی اس وقت اندھیری رات میں بھاگ جاؤ ہم کو بجرم غفلت کچھ قید وغیرہ کی سزا ہو جاوے گی سو ہم اس کو بھگت لیویں گے لیکن تمہاری تو جان بچ جاوے گی۔ ہم لوگوں نے

Marfat.com

یہ بات سُن کر اُن کی ہمت اور نیت خیر کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ خداوند کریم دونوں جہان میں اس نیک نیتی کا اجر تم کو دیوے مگر ہم نہیں بھاگیں گے جب خدا چھڑا دے گا آپ سے آپ چھوٹ جاویں گے اور میں نے یہ بھی کہا کہ جب اس کی مرضی نہ تھی تو بھائیوں میں علی گڈھ سے پکڑا ہوا آگیا اب ہم سے ایسی حرکت دوبارہ نہ ہوگی۔ بقول شاعر ؎

رشتہ در گردنم افگندہ دوست
می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

جب ہم پھانسی کے گھروں میں قید تھے تو قاضی میاں جان صاحب بیمار ہو کر ہسپتال میں گئے۔ مگر ہسپتال سے بھی اکثر ہماری ملاقات کے واسطے پھانسی گھروں میں آیا کرتے تھے۔ اپنے مرنے کے وقت ایک دو دن پہلے انہوں نے یہ خواب دیکھا تھا کہ ایک تخت جواہر نگار آسمان سے اُترا اور اُن کو اس پر بٹھلا کر آسمان پر لے گئے۔ اس کے دوسرے دن اُن کی وفات ہو گئی اور تعبیر خواب وہی ہوئی کہ وہ تخت فردوس سے اُن کے لینے کے واسطے آیا تھا اور لے گیا۔ یہ بزرگ ہم لوگوں میں سب سے زیادہ مسن تھے۔ مگر باایں ہمہ بڑے صابر اور مستقل مزاج تھے۔ خداوند کریم ان کو جنت نصیب کرے۔ ہمارے ہمراہیوں نے اُن کو غسل اور کفن دیکر اور اُن کی نماز جنازہ پڑھ کر گورستان جیل میں اُن کو دفن کرا دیا۔ جب ہم پھانسی گھروں میں بند تھے انہیں ایام میں ایک رات کو بمقام تھانیسر میری والدہ کو ایک سانپ نے کاٹا۔ اُس کے زہر سے اُن کا انتقال ہو گیا۔

Marfat.com

سنا ہے کہ وہ بھی بہت استقلال سے جاں بحق تسلیم ہوئیں۔ بہت لوگوں نے کچھ مشرک جھاڑ پھونکنے والوں کو بلا کر اُن کی صحت کے واسطے کچھ رسوماتِ شرک کرنا چاہا تھا۔ مگر اُنہوں نے فرمایا کہ میرے گھر سے شرک بدعت مدت سے اُٹھ گیا ہے۔ اب میں اپنے بیٹے کی غیر حاضری میں اپنے گھر میں شرک نہ ہونے دوں گی۔ ایسی بے ایمانی کی حیات سے موت افضل ہے۔ جب ان کے مرنے کی خبر ہم کو پھالنسی گھر میں پہنچی تو مولوی یحییٰ علی صاحب نے مراقبہ میں اسی رات کو دیکھا کہ وہ بڑی شان و شوکت سے جنت میں ایک تخت پر بیٹھی ہیں۔ مولوی صاحب نے اُن سے پوچھا کہ یہ مرتبہ عالی آپ کو کس سبب سے ملا۔ اُنہوں نے فرمایا کہ میرے بیٹے کی مصائب پر صبر کرنے کے سبب سے مجھ کو میرے رب نے عنایت دیا اور یہ درجہ عنایت کیا اس وقت ان کی وفات بھی ایک امتحان پر امتحان تھا۔ کہ جان و مال۔ آبرو ہر شے کی پوری پوری جانچ کی جاوے۔

باب (۹)

کالایانی

مستحق دار کو حکمِ نظر بندی ملا
کیا کہوں کیسے رہائی ہوتے ہوتے رہ گئی

ایک یہ بات بھی اس مقام پر قابل تذکرہ ہے کہ جس زمانہ میں ہم لوگ

Marfat.com

پھانسی گھروں میں قید تھے۔ انہیں ایام میں ایک مقبول بارگاہِ الٰہی پر اللہ رب العزت نے یہ منکشف کرا دیا تھا کہ ہم لوگوں کو پھانسی نہ ہوگی۔ مگر کالے پانی کو جانا ہوگا۔ اور میں وہاں سے پھر زندہ باعزت واپس آؤنگا۔ ہماری پھانسی کی موقوفی کا حکم اس پیشین گوئی کے دو ماہ بعد ہوا۔ مگر ہم لوگوں میں اس پیشین گوئی سے پورا پورا یقین موقوفی پھانسی اور کالے پانی کو جانے کا ہوگیا تھا چنانچہ میں نے اپنے بھائی اور بعض دوستوں کو اسی وقت اس خوش خبری کی اطلاع بھی کہہ دی تھی۔ مگر اس وقت کہ جب ساری سلطنت انگریزی باتفاق ہمارے پھانسی دینے پر مستعد تھی اور ظاہراً کوئی صورت موقوفی پھانسی کی نظر نہ آتی تھی۔ شاید کسی کو اس پیشین گوئی کا یقین نہ ہوا ہو کیونکہ وہ ایک ایسا وقت تھا کہ اگر کوئی شخص ہمارے واسطے ذرا بھی کلمۂ خیر کہتا تو قید ہو جاتا تھا بیسیوں آدمی ہمارے شہر کے فقط اسی قسم کے قصوروں میں قید ہو گئے تھے۔ کہ ان کے پاس سے کوئی ایک میرا اسباب نکل آیا یا بعد ضبطی و نیلام میرے مکانات کے میرے بال بچوں کو کسی نے اپنے گھر میں رہنے کو جگہ دے دی۔ اس وقت اگر شاہِ روم بھی میری سفارش انگریزوں سے کرتا تو کبھی منظور نہ کرتے۔ ایسے حالات میں موقوفی پھانسی محض غیر ممکن اور بعید از قیاس تھی۔ اب اس مقلب القلوب کی ظاہری کارروائی کو سنیے جب بہت سے صاحب اور میم ہم کو پھانسی گھروں میں نہایت شاداں و فرحاں دیکھ گئے تو یہ چرچا صاحب لوگوں میں پھیلا تب اُن صاحب لوگوں نے جو ہمارے جانی دشمن تھے یہ خیال کیا کہ ایسے دشمنوں کو مُنہ مانگی موت شہادت جس کے واسطے

Marfat.com

وہ ایسا خوش ہو رہے ہیں، دینی نہیں چاہیے۔ بلکہ ان کو کالے پانی بھیجکر وہاں کی مصائب اور سختیوں سے ہلاک کرانا چاہیے۔ ہم نے دیکھا کہ مطابق اسی ہماری پیشین گوئی کے صاحب ڈپٹی کمشنر انبالہ ۱۶ ستمبر کو پھانسی گھروں میں تشریف لائے اور چیف کورٹ کا حکم ہم کو پڑھ کر سنا دیا۔ کہ تم لوگ پھانسی پڑنے کو بہت دوست رکھتے ہو اور شہادت سمجھتے ہو اس واسطے سرکار تمہاری دل چاہتی سزا تم کو نہیں دیوے گی۔ تمہاری پھانسی سزائے دائم الحبس بعبور دریائے شور سے بدل گئی۔ بمجرد سننے اس حکم کے ہم کو پھانسی گھر سے دوسرے قیدیوں کے ساتھ ہاتھوں میں ملا دیا اور جیل خانہ کے دستور کے موافق مشقتیں سے ہماری ڈاڑھی مونچھ اور سر کے بال وغیرہ سب ترشوا کر منڈی بھیڑ سا بنا دیا۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ مولوی یحییٰ علی صاحب اپنی ڈاڑھی کے کترے ہوئے بالوں کو اٹھا اٹھا کر کہتے تھے کہ افسوس کہ تو خدا کی راہ میں پکڑی گئی اور اس کے واسطے کتری گئی۔

باب (۱۰)

مشقّت

ایک تماشہ قدرتِ الٰہی کا اور بھی قابل ذکر کرنے کے ہے اور وہ یہ ہے کہ یوجہ میرے بھاری مجرم ہونے کے میرے واسطے رسّہ اور پھانسی کی لکڑی خاص طور پر نہایت مضبوط تیار ہوئی تھی۔ مگر زبردستی تقدیر سے میری

Marfat.com

پھانسی تو موقوف ہوگئی اسی اثنا میں بجرم قتل ایک خاص ولایت کے انگلشمین گورہ کو پھانسی کا حکم ملا۔ اور وہ سب سامان پھانسی جو میرے واسطے تیار ہوا تھا اس بے چارے یوروپین ہم قوم کے نصیب ہوا چاہ کن را چاہ درپیش۔ جو رسہ بڑے اہتمام سے میرے گلے میں ڈالنے کے واسطے تیار ہوا تھا اُس قادر مطلق مقلب القلوب نے ایک ذات بھائی کے گلے میں ڈلوا دیا۔ اور مجھ کو صاف بچالیا۔ اس وقوعۂ عجیبہ کے بعد لوگ اس اسرار الٰہی کو ایک بڑی آیات الٰہی سے سمجھتے تھے۔ اسی سبب سے بعد پھانسی اس گورے کے وہ رسہ بھی ٹکڑے ہو کر تبرکاً لوگوں میں تقسیم ہوگیا بعد ساتے تنسیخ حکم پھانسی کے جب دوسری فجر کو ہم تینوں آدمی بھی دوسرے قیدیوں کے ساتھ مشقت میں بھیجے گئے تو نبی بخش داروغہ جیل اور رحیم بخش نائب داروغہ اور دوسرے سب دیسی افسر گو ہمارے عنایت فرما تھے مگر بوجہ خوف صاحب سپرنٹنڈنٹ جیل کے ہم تینوں آدمیوں کو کاغذ کوٹنے کی ڈھینکلی کے کام میں جو اس جیل میں سب سے زیادہ سخت کام ہے دے دیا۔ تھوڑی دیر تک جب ہم نے اس کو پاؤں سے ہلایا تو پاؤں اشل ہوگئے۔ مگر اُسی وقت ڈاکٹر ہٹسن صاحب عُرف ریلو سپرنٹنڈنٹ جیل کے کاغذ گھر میں تشریف لائے تو ہم ڈھینکلی کے سخت کام میں دیکھ کر داروغہ پر بہت خفا ہوئے اور ہم کو اس سخت کام سے نکال کر محمد شفیع اور مولوی یحییٰ علی صاحب کو نوسوت کھولنے کے کام میں لگا دیا اور میرا ہاتھ پکڑ کر مجھ کو ایک ناؤ گلی کے پاس جس میں کاغذ پھاڑ کر بھگوتے تھے لے گئے۔ اور مجھ سے فرمایا کہ یہ دفتر

Marfat.com

کی ردی ہے۔ غالباً تمہارے ہاتھ کے لکھے ہوئے کاغذ بھی اِس میں ضرور ہوں گے تم اپنا دل بہلانے کو ان کاغذات کو پڑھتے بھی رہو اور ردی کو پھاڑ کر اس ناؤ میں ڈالتے جاؤ۔ فضل الٰہی سے میری شفقت بھی دل لگی اور تفریح طبع سے خالی نہ تھی اور ہمارے دوسرے ساتھی بھی تائید الٰہی سے کسی سخت کام میں نہ تھے۔ ہم دن بھر کام کر کے رات کو سب کے سب ایک جگہ بارک میں جا کر سو رہتے۔ جب ہم جیل میں گئے تو قیدیوں کو صرف روٹی اور دال اور ہفتے میں دو یا تین دن ترکاری تیل سے بھگاری ہوئی ملا کرتی تھی۔ گھی اور گوشت یا دودھ دہی کبھی کسی قیدی نے ابتدائے عملداری سرکار سے خواب میں بھی نہ دیکھی ہوگی۔ اب تائید الٰہی کا کارنامہ سنیے ہمارے جیل میں داخل ہونا تھا کہ حکم انسپکٹر جنرل محکمہ پنجاب کو عمدہ گوشت اور گھی اور دہی ملنے لگی ان نعمائے غیر مترقبہ کو دیکھ کر سب قیدی ہم کو دعا دیا کرتے تھے کہ تمہارے سبب سے ہم نے بھی یہ نعمتیں کھائیں۔ مگر طرفہ یہ کہ جب تک ہم لوگ جیل ہائے پنجاب میں رہے تب تک یہ چیزیں سب جیل خانوں میں برابر ملتی رہیں مگر ہمارا کالے پانی کو روانہ ہونا تھا کہ پھر وہ چیزیں ایک قلم بند ہو گئیں۔ بلکہ بجائے گیہوں کی روٹی کے ہمارے جانے کے بعد جوار یا جوار کی روٹیاں بے چارے قیدیوں کو ملنے لگیں۔ ہم جیل انبالہ ہی میں تھے کہ وبائی بخار موسم برسام بڑے زور شور سے قیدیوں میں پھیلا کوئی چہارم قیدی اسی مرض سے فوت ہو گئے۔ اور یہ کیفیت تھی کہ اِدھر بخار آیا اُدھر سرسام ہوا اور چٹ سے مر گیا۔ مہینے دو دو مہینے کی میعاد والے قیدی بھی بہت

Marfat.com

مرگئے جیل کے باہر خیمے کھڑے کر کے قیدیوں کو وہاں لے گئے۔ مگر حضرت بخار وہاں بھی ساتھ رہے۔ یہ فاکسار بھی اس وبائے عام سے نہ بچا اور سخت بیمار ہو کر شفاخانہ جیل میں داخل ہوا۔ ڈاکٹر بٹسن صاحب بہت توجہ دلی سے میرا علاج کرتے تھے لیکن بخار کو ذرہ بھی افاقہ نہ ہوا۔ گو سرسام کی نوبت نہ پہنچی تھی مگر میں بے آب و دانہ چند روز تک بے ہوش پڑا رہا۔ انگریزی دوائیں ذرہ بھی مجھ پر اثر نہ کرتی تھیں۔ لاچار ہو کر ڈاکٹر صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ تم اپنے گھر میں اس مرض کے واسطے کیا دوا کھاتے تھے۔ میں نے کہا ہندوستانی دوائیں کھاتا تھا۔ اور ایسے مرض میں میں نے انگریزی دوا کبھی نہیں کھائی تھا لہٰذا اس سبب سے اُن کا کچھ اثر مجھ پر نہیں ہوتا تب اُنہوں نے فرمایا کہ اُن دوائیوں کا نام بھی تم کو معلوم ہے۔ میں نے کہا مجھ کو معلوم ہے تب اُنہوں نے کہا اچھا وہ دوائیں ایک کاغذ پر ہم کو لکھ دو ہم بازار سے تمہارے واسطے منگوا دینگے تب میں نے مربہ سیب و مربہ بہی و شربت انار و شربت نیلوفر و ورق نقرہ وغیرہ وغیرہ عمدہ عمدہ مزے دار و مفرح دوائیاں ایک کاغذ پر لکھ دیں اُنہوں نے اسی وقت وہ سب بازار سے منگوا کر میرے حوالہ کر دیں مارے بیماری کے زبان کا مزہ تو بگڑا ہوا تھا میں نے اُن کو یکے بعد دیگرے کھانا شروع کیا۔ بخار تو قسم محرقہ سے تھا ان شربتوں کے استعمال سے دوسرے دن دفع ہو گیا اور مربوں اور اوراقِ نقرہ سے بدن اور معدہ میں بھی طاقت اور قوت آگئی ڈاکٹر صاحب نے جب دوسرے دن مجھ کو تندرست پایا تو بہت خوش ہوئے اور قوت کے واسطے شوربا گوشت اور دودھ میرے واسطے مقرر کر دیا۔ مجھ کو اس مقام پر اس

Marfat.com

دولت دنیا اور حشم وجاہ کی ناپائیداری اور حالت سیمابی اور ہرجائی کا تھوڑا سا ذکر کرنے کا بھی موقع ملا ہے اور اس کی کیفیت مختصراً اس طرح پر ہے کہ ۱۲ تاریخ دسمبر کو اپنی خانہ تلاشی سے تھوڑی دیر پہلے تک میں ہزاروں روپیہ کی جائداد منقولہ وغیر منقولہ پر قابض تھا۔ بیسیوں آدمی میری رعیت رہتے تھے ایسے بڑے شہر کا میر چار گھوڑے اور گاڑیوں میں سوار ہوا پھرا کرتا تھا ہر کام کے میرے گھر میں نوکر چاکر تھے یا اس کے چند گھنٹے پیچھے جب بعد تلاشی میں فرار ہوگیا تو وہ سب جاہ حشم خاک میں مل گیا بوجہ میرے فرار یا زیادہ غصہ کے انگریزوں نے قبل از صدور حکم اخیر مقدمہ کے میری کل جائداد پہلے ہی دن قرق کر لی تھی۔ دوسرے دن خود میرے عزیزوں کو کوئی اپنے برآمدہ میں بھی کھڑا نہ ہونے دیتا تھا ایک ہی رات میں وہ سب مال دوسروں کا ہوگیا۔ میرے وارثوں کو اس قدر موقع بھی نہ ملا کہ کوئی جائداد قبل از قرقی علیحدہ کر لیویں اور بعد صدور حکم ضبطی کے جب میرے بھائی نے جو اس کا وارث تھا اپنے حصہ کا دعویٰ کیا تو اس کو بھی فقط ایک کوڑی دے کر کل جائداد منقولہ غیر منقولہ ضبط کر کے نیلام کر دی۔ میں نے بنظر دور اندیشی اپنے حصہ کی کل جائداد کو اپنی بیوی کے مہر میں مکفول کر کے ایک بیعنامہ شرعی اس حادثہ سے سات برس پہلے بروز نکاح اپنی بیوی کے نام لکھ دیا تھا وہ بیعنامہ بھی پیش ہوا مگر باعث غصے اور تعصب کے کسی نے بھی نہ سنا اور میری بیوی کو معہ دو نابالغ شیر خوار بچوں کے ہاتھ پکڑ کر گھر سے نکال دیا۔ بعد تبدیلی حکم پھانسی ہم ستمبر ۱۸۶۴ء سے فروری ۱۸۶۵ء تک جیل انبالہ میں رہے۔ اکثر اوقات محمد شفیع کے گھر سے بہت سا کھانا عمدہ عمدہ قسم کا

Marfat.com

ہمارے واسطے آیا کرتا تھا اور ہم لوگ اس کو جیل میں نعمت غیر مترقبہ سمجھ کر بڑے مزے سے کھایا کرتے اور شکر الٰہی بجا لاتے یہاں تک اپنی تعریف آپ لکھ کر میرا نفس بہت پھول گیا ہے اور اکثر مقامات پر اپنی تعریف میں مبالغہ کرنا چاہتا ہے لہٰذا اس کے دو عیب بھی یہاں تحریر کر دوں تاکہ اس موذی خود پسند کو ذرا ذلت ہو اور پھر مجھ کو مبالغہ کرنے کی ترغیب نہ دے اور وہ یہ ہے کہ ایک دن رات کو جب ہم ایک مقفل بارک میں سوتے تھے ایک سپاہی محمد شفیع کے گھر سے پلاؤ لے کر آیا۔ ایک جھنگے کی راہ سے وہ پلاؤ لینے کو میں گیا۔ پلاؤ لیتے وقت میرے اس نفس سے نہ رہا گیا ایک بڑی بوٹی پلاؤ کی اٹھا کر منہ میں ڈال لی اور تھوڑا سا چبا کر جھٹ پٹ اس کو نگل لینا چاہا وہ مال مسروقہ حلق میں کیسے اترے حلق میں جا کر اڑ گئی نہ نیچے جاتی تھی نہ اوپر آتی تھی میرا دم بند ہو گیا میں لڑکھڑا کر گر پڑا وہ نفس کا عیب ہمارے سب ساتھیوں پر ظاہر ہو گیا۔ جب میرا گلا ملا گیا تو وہ بوٹی بجنسہ باہر نکل آئی۔ میں نے اپنی جان پر بری اور مال مشتبہ کے حلق سے نیچے نہ جانے پر شکر الٰہی کیا گو محمد شفیع سے ہمارا معاملہ واحد تھا اور اس کی معنا اجازت بھی ہر طرح سے ہم کو حاصل تھی مگر تو بھی یہ حرکت سفلانہ اور نہایت نازیبا تھی۔ مگر حمد ہے اللہ کا کہ اس نے نفس موذی کو بھی ذلت دلائی کہ اب تک اس کو یاد ہے اور مجھ کو اس مال مشتبہ یا مسروقہ کے کھانے سے محفوظ رکھا۔ ایک اس سے بڑھ کر اپنے نفس کی شرارت کا حال اور سناتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ ایک دس روپے کا نوٹ جیل انبالہ میں بذریعہ ڈاک منشی عبد الغفور خاں ہمارے ایک ساتھی

Marfat.com

کے گھر سے بذریعہ میرے بھائی کے میرے پاس آیا تھا۔ اس وقت میرے بھائی کو جیل کے باہر کچھ روپیہ کی ضرورت تھی۔ میں نے منشی عبدالغفور سے اس کے آنے کی اطلاع نہیں کی اور باہر سے اپنے بھائی کو وہ نوٹ دلا دیا اور اس نے اپنے کام میں اس کو خرچ کر لیا۔ جب منشی عبدالغفور خاں کو اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے میری کچھ شکایت تو نہ کی کیونکہ وہ میرے گھر میں برسوں تک رہے تھے اور مجھ کو اپنا بزرگ جانتے تھے اور اسی بھروسے پر میرے نفس نے یہ جرات بھی کی تھی تاہم دوسرے لوگوں نے مجھ پر بہت طعن لعن کی تھی کہ دس روپیہ اُن کو پھر دے دوں لیکن بعد پہنچنے بورڈ بلیر کے جب میرے ہاتھ میں روپیہ آیا تو میں نے وہ دس روپے بذریعہ نوٹ اُن کو جیل لاہور میں بھیج دیئے۔ اور اب بعد اظہار ان ہر دو عیب اپنے نفس کے میں اللہ رب العزت سے دعا کرتا ہوں کہ مجھ کو معاف فرماوے اور میدانِ محشر میں نیکوں کے سامنے مجھے ذلیل نہ کرے۔

باب (۱۱)

مولوی احمد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

جس زمانہ میں ہمارا اپیل چیف کورٹ پنجاب میں دائر تھا اس وقت ہمارے وکیل پلوڈن صاحب نے ہم کو یہ خبر دی تھی کہ انگریزوں کا یہ ارادہ ہے کہ اگر عندالاپیل ہم لوگ چیف کورٹ پنجاب سے رہا ہو جاویں تو خیر

Marfat.com

ہے ورنہ بعد نامنظوری ہمارے اپیل کے یہ لوگ مولوی احمداللہ صاحب کو بھی قید کریں گے۔ چنانچہ بعد نامنظوری اپیل کے مولوی احمداللہ صاحب کے اوپر منجملہ ہم گیارہ نفس سزایافتہ کے جھوٹے گواہ سکھلا پڑھا کر بنانے شروع ہوئے۔ میر مجیب الدین تحصیلدار ساکن تارنوال جو کسی قصور رشوت ستانی میں جیل انبالہ میں قید تھا اور بظاہر ہم لوگوں سے بڑے اخلاق سے پیش آتا تھا اس کو انگریزوں نے وعدہ دیا کہ اگر تم بہکا سکھلا کر ان میں سے کسی آدمی کو مولوی احمداللہ صاحب کے اوپر گواہ بنا دو تو تم کو رہا کر کے پھر تحصیل دار کر دیں گے۔ چنانچہ اپنی زیوی بھلائی کی امید پر اس شخص نے اپنی کارروائی شروع کی۔ مگر جب ہمارے کان میں اس کے بہکانے اور گواہ بنانے کی خبر پہنچ جاتی تھی تو ہم اپنے ساتھیوں کو یہ کہہ کر کہ بھائیو ہماری دنیا تو خراب ہو گئی ہے اب فقط دین باقی رہ گیا ہے جھوٹے گواہ بن کر اس کو نہ بگاڑو۔ کہیں تمہاری وہ مثل نہ ہو جاوے "دونوں طرف سے گئے پانڈے ادھر حلوا نہ اُدھر مانڈے" جس قدر دان بھر وہ گواہ بنانے کی ترغیب دیتا تھا اس کا اثر ہماری تھوڑی دیر کی نصیحت سے پھر رفع ہو جاتا تھا۔ اُس مخبر نے صاحب لوگوں سے کہا کہ جب تک محمد جعفر اور مولوی یحییٰ علی صاحب اس جیل میں ہیں تب تک کوئی گواہ نہیں بن سکتا۔ اس واسطے ۲۴ فروری ۱۸۶۵ء کو مجھ کو اور مولوی صاحب، اور میاں عبدالغفار کو سنٹرل جیل لاہور کو روانہ کر دیا اور محمد شفیع و عبدالکریم والہی بخش و منشی عبدالغفور وغیرہ کو جیل انبالہ میں رکھ لیا پس ہمارا اس جیل سے روانہ ہونا تھا کہ محمد شفیع و عبدالکریم وغیرہ گواہ سرکاری ہو گئے اور

Marfat.com

اُن کی شہادت پر اولیاء وقت شمس الاسلام مولوی احمد اللہ صاحب ماہ مئی ۱۸۶۵ء دائم الحبس بعبور دریائے شور معہ ضبطی جائداد کے سزایاب ہو کر ہم سے پہلے جون کے مہینے میں داخل انڈمان ہو گئے۔ بملاحظہ مثل مقدمہ اور دلائل ثبوت جرم نسبت محمد شفیع واضح ہوگا کہ اول محمد شفیع کو کس غیظ اور غصہ سے پھانسی کا حکم دے کر اس کی پچاس لاکھ کی جائداد ضبط کی تھی، وہ پھر صرف ایک برس بعد گواہی کا حیلہ کر کے اس کو رہا کر دیا تاکہ جائداد منضبطہ واپس نہ دینی پڑے اگر وہ بے چارہ جیسے اُس کی ایک برس بعد کی رہائی سے ظاہر ہے بے قصور تھا تو پہلے اس شدومد سے اس کی پچاس لاکھ کی جائداد ضبط کر کے اُس کو پھانسی کا حکم کیوں دیا تھا اور اگر دراصل وہ بھاری قصور وار تھا اور صاحب سشن جج کی سب دلائل مندرجہ فیصلہ صحیح ہیں تو اس کو ایک برس بعد کس واسطے رہائی کر دی۔ اس کے بعد ۱۸۷۱ء تک جو جو مقدمات گرفتاری وہابیاں مثل مقدمہ امیر خاں صاحب سوداگر چرم و مولوی تبارک علی صاحب و مولوی امیر الدین صاحب ساکن پٹنہ ملک بنگال و ابراہیم منڈل ساکن اسلام پور ہوتے رہے تو یہی معمولی گواہ یا گوئندہ جھوٹی گواہی دینے کو بلائے جاتے تھے اور میں نے خود ان میں سے ایک گواہ کی زبانی سنا ہے کہ جب کبھی خلاف گواہی دینے سے ہم نے انکار بھی کیا تو ہم کو یہ کہا گیا کہ تم لوگ سرکاری طور پر فقط اسی گواہی دینے کے واسطے بطور گوئندہ رہا کیے گئے ہو۔ اگر تم گواہی نہ دو گے تو پھر تم کو دائم الحبس کر کے پہلے وارنٹ پر کالے پانی کو بھیجے جاؤ گے جب میں انبالہ جیل سے لاہور جانے کو تیار ہوا تو میری بیوی بچے بھی میری ملاقات کو

Marfat.com

جیل پہ آئے تھے جس دن میری ملاقات ان لوگوں سے ہوئی ماہِ رمضان تھا اور میں روزے سے تھا جیل کے باہر ایک کوٹھڑی میں بہت دیر تک میری اُن کی بات چیت رہی۔ میرا گیروا لباس اور کمبل کا کرتہ اور پاؤں میں بیڑی دیکھ کر میرے اقربا بہت متعجب اور غمگین ہوئے مگر میں نے اُن کی بہت تسلی کی اور ایمان اور صبر کا مضمون اُن کو سمجھایا۔ اسی دن کوئی سوا برس کے بعد میں نے اپنے بیٹے محمد صادق کو بھی دیکھا تھا وہ ایسا بڑھ گیا تھا کہ میں نے مشکل سے اُس کو پہچانا تھا۔ یہ گویا اس سے میری آخری ملاقات تھی پھر دوبارہ میں نے اُس کو اس دنیا میں نہیں دیکھا۔

باب (۱۲)

سفر لاہور

۲۲ فروری ۱۸۶۵ء کو ہم جیل لاہور کو روانہ ہوئے۔ چوگیا نہ گیروا لباس کالا کمبل اوڑھے ہوئے۔ بیڑی ہتھکڑی کے زیور سے آراستہ پیراستہ ہم ہم منزل در منزل اور کوچ در کوچ لاہور کو چلے جاتے تھے دو ایک گاڑیاں بھی ہمارے ساتھ تھیں بقدر تیس چالیس قیدیوں کے ہم جیل انبالہ سے روانہ ہوئے تھے۔ سب پاپیادہ چلتے تھے جب کوئی تھک جاتا تو اُس کو گاڑی پر بھی سوار کر لیتے تھے ورنہ سب کے سب پاپیادہ خلخال کو چھن چھناتے چلے جاتے تھے۔ غیر سوا برس کے بعد جو ہم نے باہر کی ہوا کھائی تو طبیعت نہایت

Marfat.com

خوش اور راستے میں جو چاہتے سو خرید کر کھاتے ۔ اور مولوی یحییٰ علی صاحب کی ہر دم مصاحبت میں رہے۔ اس سبب سے ہم کو تو اس سفر میں بھی دن عید اور رات شب برات ہوگئی تھی ۔ اتفاق حسنہ سے جس دن ہم نیا گیروا لباس پہن کر اول منزل سے روانہ ہوئے ۔ تو مہاراجہ مہندر سنگھ صاحب والی پٹیالہ کی برات بڑی دھوم دھام سے اسی راہ سے عین ہمارے آگے کو جنوب سے شمال کو جاتی تھی ۔ اس وقت سورج نکلتا تھا ۔ فجر کا سہانا وقت اور اخیر فروری کے گلابی جاڑے تھے ۔ ایک طرف سورج کی کرنوں میں برات کے سونا چاندی اور تاش بادلہ اور ہیرہ مرصع کی چمک دوسری طرف ہماری بیڑی ہتھکڑی کے لوہے کی دمک ، ادھر دوشالوں اور کمخواب و بانات کا رنگ ادھر ہمارے جوگیانہ لباس اور کمبلوں کی سرخی اور سیاہی کا ڈھنگ ، اُدھر ہاتھی گھوڑوں کی جھنکار اِدھر ہماری بیڑیوں اور ہتھکڑیوں کی جھنکار ایک دوسرے کے مقابل اس دنیائے فانی کی دولت اور کمی بیشی مدارج کا فرق عجیب خوبی سے دکھلا رہی تھی ، مگر افسوس کہ یہ راجہ فانی جس نے ہم کو اس وقت بڑی چشم حقارت سے دیکھا وہ ہم سے پہلے ہند سے بہت برس پہلے راہی ملک بقا ہوا جہاں امیر فقیر دونوں خالی ہاتھ جیسے آئے تھے ویسے ہی حاضر ہوتے ہیں ۔ اور اُس نے اس عروس دنیا سے جس کے واسطے اس قدر دھوم دھام تھی بہت ہی تھوڑا فائدہ اُٹھایا ہم جو ایک مدت دراز کے بعد جیل کی تنگ تاریک کوٹھڑیوں سے باہر میدان میں پہنچے تو ہم کو بھی مہاراجہ پٹیالہ کے براتیوں کی خوشی سے کم خوشی

Marfat.com

نہ تھی۔ ہم ہرنوں کی طرح اُڑے جاتے تھے جن جن قیدیوں کے پاس کچھ نقد تھا اُن کا جو کچھ جی چاہتا تھا راہ میں خرید کر کھاتے اور خوشی مناتے چلے جاتے تھے۔ لدھیانہ، پھلور۔ جالندھر، امرت سر ہوتے ہوتے لاہور پہنچے۔ اخیر منزل پر لاہور میں شالامار باغ کے سامنے ہر کسی نے اپنا اپنا من بھر کر جو چاہا سو کھایا۔ کیونکہ جیل میں جاکر تو سوائے معمولی کھانے کے اَور چیزیں ملنی محال بلکہ جرم ہیں۔ قریب تین بجے شام کے ہم لوگ سنٹرل جیل لاہور کے دروازہ پر پہنچے اور ہمارے چالان کے کل قیدی ایک قطار کر کے دروازۂ جیل پر بٹھلا دیے گئے۔ اول ایک کشمیری ہندو داروغہ آیا اُس نے پہلے ہمارے مقدمہ والوں کو بغور تمام دیکھا اور کسی قدر افسوس بھی کیا۔ اس کے بعد ڈاکٹر گرے صاحب سپرنٹنڈنٹ جیل رونق افروز ہوئے۔ انہوں نے سب سے اول ہم لوگوں کا ملاحظہ کیا اور بڑے غصہ سے حکم دیا کہ ایک ایک آڑا ڈنڈا بھی ان لوگوں کے پاؤں میں ڈال دو۔ چنانچہ بمجرد صدور اس حکم کے لوہار ڈنڈے آہنی لے کر حاضر ہو گئے اور ہمارے دونوں پاؤں کے دونوں کڑوں کے درمیان سے ایک ایک آڑا ڈنڈا جو ایک فٹ (۵ گرہ) سے زیادہ لمبا نہ تھا ڈال دیا گیا۔ یہ حکم از راہِ تعصب فقط ہم ہی لوگوں کے واسطے تھا اور تمام جیل بھر میں ہم نے کسی اَور قیدی کے پاؤں میں یہ ڈنڈا نہیں دیکھا۔ چلنا پھرنا اُٹھنا بیٹھنا نہایت مشکل ہو گیا اور رات کو پاؤں پسار کر سونا بھی محال تھا۔

Marfat.com

باب (۱۳)

سنٹرل جیل لاہور

اِس جیل کے بیچ میں ایک بُرج اور اُس کے چوگرد آٹھ علیٰحدہ علیٰحدہ بارکیں معہ صحن اور کارخانہ مشقت کے بنے ہوئے تھے۔ صاحب سپرنٹنڈنٹ نے حکم دیا کہ اس مقدمہ کے جتنے قیدی ہیں ہر ایک کو علیٰحدہ علیٰحدہ بارکوں یا نمبروں میں رکھو تاکہ ایک دوسرے سے ملنے نہ پائے۔ اس دن ہم کو اپنے دوستوں سے جُدا ہونا اُس آہنی ڈنڈے سے بھی بڑھ کر شاق ہوا۔ مجھ کو نمبر اول میں جو سب سے زیادہ سخت تھا لے گئے لیکن قریب ۶ بجے شام کے تائید غیبی سے یہ حکم پہنچا کہ یہ قیدی آمدہ جیل انبالہ میں بیماری والے جیل سے آئے ہیں ان کو دوسرے سب قیدیوں سے علیٰحدہ رکھنا چاہیے تاکہ اُن کی بیماری اس جیل میں بھی نہ پھیل جاوے سو وہی پہلا نمبر جہاں میں بند تھا اُن کے علیحدہ رکھنے کے واسطے تجویز ہو کر ہمارے کل ساتھی بلکہ سارا چالان اُسی بارک میں جمع ہوگیا۔ تب ہم آپس میں مل کر بہت خوش ہوئے اور اس حکمتِ الٰہی اور اسرارِ مکنون پر سجدۂ شکر بجا لائے بوجہ ہونے ایک مسلمان جمعدار اس نمبر کے ہم کو کچھ مشقت بھی نہ کرنی پڑی بلکہ بفضلِ الٰہی ایک ہفتے کے بعد اس سپرنٹنڈنٹ نے خود مجھ کو اُسی نمبر کا منشی کر دیا۔ مگر وہ ڈنڈا جو غالباً کسی بڑے حاکم کے حکم سے تھا بدستور

Marfat.com

زیب پا رہا جس کے سبب سے جب ہر فجر کو صاحب سپرنٹنڈنٹ وہاں تشریف لاتے تو مجھ کو ہر قیدی کی مشقت کا حساب دکھلانے کے واسطے مثل ہرن کے اُچھل اُچھل کر ان کے ساتھ رہنا پڑتا تھا۔ ایک اتوار کے دن اسی جیل لاہور میں اپنے بستر پر میں پریٹ میں بیٹھا ہوا تھا کہ ناگہاں صاحب سپرنٹنڈنٹ ہمارے نمبر میں پہنچے اور کل قیدیاں نمبر کی تلاشی کرنے کا حکم جاری کیا۔ یکے بعد دیگرے میرے بستر کی بھی تلاشی ہوئی جس میں کچھ تھوڑا پسا ہوا نمک میرے بستر سے بھی برآمد ہوگیا۔ ایسے قصور پر وہاں بیت کی سزا ہوتی ہے۔ جب یہ نمک برآمد سپرنٹنڈنٹ کے سامنے پیش ہوا تو میں حیران تھا کہ کیا جواب دوں اس میں صندل نام ایک مسلمان قیدی جو جیل انبالہ سے میرے ساتھ آیا تھا اور میری خدمت کرتا تھا بول اُٹھا کہ یہ بستر اور نمک تو میرا ہے مولوی صاحب کا نہیں ہے۔ تب صاحب سپرنٹنڈنٹ نے پوچھا یہ کیسے تو اُس نے کہا کہ حضور کے تشریف لانے سے پہلے میں اور یہ مولوی صاحب دونوں پیشاب کرنے کو پاخانہ میں گئے تھے اس بیچ میں حضور آگئے ہم جلدی سے جو دوڑ کر آئے اُس گھبراہٹ میں یہ میرے بستر پر اور میں ان کے بستر پر بیٹھ گئے۔ صاحب سپرنٹنڈنٹ اس بیان کو سُن کر بہت ہنسا اور بولا کہ تم مولوی کو بچانا چاہتے ہو۔ اس کے بعد ہم دونوں کو میرے سے باہر جہاں بیت لگا کرتے تھے لے گیا۔ دوسرے قیدیوں کو جن کے بستروں سے کچھ کچھ نکلا تھا بیت لگنے شروع ہوئے جب دوسرے قیدیوں کو بیت لگ چکے تو آخر میں پھر اُس نے ہماری طرف

Marfat.com

متوجہ ہوکر صندل مذکور سے پوچھا کہ یہ بات سچ ہے کہ یہ بستہ اور نمک تمہارا ہے۔ اور مولوی کا نہیں ہے۔ اُس نے کہا ہاں نمک اور بستہ تو میرا ہے آگے آپ کو اختیار ہے۔ یہ جواب سُن کر اُس نے ہم دونوں کو بری کر دیا۔ اور کچھ سزا نہ دی اور صندل سے کہا کہ اچھا تم مولوی کو بچانا چاہتا ہے ہم نے تم کو بھی معاف کر دیا جاؤ آگے ہو شیار رہو۔

باب (۱۴)

روانگی کراچی

اخیر اکتوبر ۱۸۶۵ء میں ایک بڑا بھاری چالان قیدیوں کا تیار ہوکر ملتان کو روانہ کرنے کا بندوبست ہوا۔ ایک ایک ہتھکڑی دو دو آدمیوں کے ہاتھوں میں لگائی گئی۔ میرے ساتھی نے مجھ سے یہ رعایت کی کہ میرا بایاں اور اپنا داہنا ہاتھ ہتھکڑی میں ڈلوایا۔ ہمارے مقدمہ کے فقط تین آدمی یعنی میں اور مولوی یحییٰ علی صاحب اور میاں عبدالغفار صاحب ملتان کو روانہ ہوئے۔ جس دن ہم لاہور سے روانہ ہوئے ریل کے اسٹیشن تک پاؤں میں بیڑی سر پر بستہ جس کو ایک ہاتھ سے تھامے ہوئے اور دوسرے ہاتھ میں ہتھکڑی کی گلجوٹ اس پر سپاہیوں کی مار مار کہ جلدی چلو جلدی چلو ریل چلی جاوے گی۔ خیر بہرصورت ہم ریل تک پہنچے وہاں جاکر ریل کی کوٹھڑیوں میں ہم کو بند کر کے قفل لگا دیا اور لاہور سے ملتان تک راہ میں کہیں

Marfat.com

نہ کھولا مثل جانوروں یا مال کے گاڑیوں میں بھر دیا تھا۔ کوئی آٹھ بجے رات کے بعد ہم ملتان پہنچے وہاں بھی اندھیری رات میں سر پر بستر رکھے ہوئے کشاں کشاں اسٹیشن سے جیل تک پہنچے جہاں بے آب و دانہ مثل جانوروں کے رات کو بند کر دیے گئے۔ دو دن ہم جیل ملتان میں رہے شہر کدھر بستا ہے، بازار کہاں ہے۔ وہ ہم نے آنکھ سے نہیں دیکھا۔ دو روز بعد وہاں سے لے جا کر ایک تین یا گھاٹ دریائے سندھ پر جو ملتان سے قریب پانچ کوس ہے ہم کو اگینوٹ پر سوار کرایا۔ سوار کرانے کے بعد ہم سب کو قطار قطار کر کے اس پر بٹھلا دیا۔ اور سوائے بیڑی اور ہتھکڑی اور ڈنڈے کے جو پہلے سے زیب تن تھے یہاں ایک بڑی موٹی زنجیر آہنی بھی ہماری بیڑیوں کے بیچ میں پھنسائی گئی کہ جس سے اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھے ہوئے پاخانہ پیشاب کرتے رہے اس وقت قریب آدھا آدھا من کے لوہا ہمارے جسم پر تھا باوجود اس قدر کثرت پانی کے دریائے سندھ ہمارے زیر پا تھا ہم پڑے پڑے تیمم سے نماز پڑھتے تھے گو ہم جکڑے ہوئے پڑے تھے۔ مگر جیل سے نکل کر اور دوستوں کی مصاحبت اور آب دریا کی روانی اور آس پاس کے جنگلوں کی سبزی کو دیکھ کر بہت بشاش تھے۔ اس کیفیت سے ہم پانچ چھ روز بعد کوٹلی میں پہنچ گئے۔ سکھر بکھر اور ٹھٹھے کا نامی قلعہ بھی ہم کو راہ میں سندھ کے کنارے پر ملا تھا۔ کوٹلی کے سامنے دوسرے کنارہ دریائے سندھ پر حیدرآباد سندھ کی نامی بستی بھی دیکھنے میں آئی۔ کوٹلی سے اسی دن ریل پر سوار ہو کر ہم کراچی میں پہنچ گئے۔ اس ملک میں

Marfat.com

بڑی بڑی اونچی ٹوپیاں منشی اور کلارک اور بڑی بڑی پگڑیاں ہندو مہاجن پہنتے ہیں جب ہم جیل انبالہ سے روانہ ہوئے تو ہمارا خیال تھا کہ انگریزی عملداری میں سب جگہ اردو یا فارسی کا دفتر ہوگا اور ہم بوجہ کمال اپنی منشی گری کے ہر جگہ محرری کے کام میں رہ کر قید میں آرام سے رہیں گے۔ اس خیال باطل کے ساتھ فضل الٰہی کا ہم کو وہم بھی دل میں نہ گذرا تھا مگر بخلاف ہمارے خیال کے اردو اور فارسی کا دفتر ملتان میں ختم ہوگیا تھا۔ ملک سندھ میں سب سندھی زبان کا دفتر دیکھا گیا۔ سندھی علم کے حروف تو فارسی کے ہیں مگر زبان سندھی ہونے کے سبب ہم کو ایک لفظ بھی سمجھنا دشوار ہے۔ ملک سندھ سے ہم ناخواندوں میں شمار ہونے لگے اور وہ غرور منشی گری اور بھروسہ غیر اللہ خود بخود دل سے دور ہوگیا۔ الحمد للہ کہ کراچی کے جیل میں پہنچنے کے ساتھ ہی ہماری ہتھکڑی اور آڑے وڈے سے تو نجات ہوئی فقط بیڑی آہنی زیب تن رہی، بمقابلہ سب دوسرے جیل خانوں کے جہاں جہاں یہ خاکسار رہا کراچی کے جیل کو جیل کیا ایک نمونہ مہمان سرا کہنا چاہیے، وہاں رات کو قیدیوں کو بارک یا کوٹھڑیوں میں مثل جانوروں کے بند نہیں کرتے بنگلوں کی طرح سے کھلے ہوئے مکان اور چٹائیوں کا فرش بچھا ہوا قیدیوں کے واسطے موجود ہے۔ رات کو جہاں چاہو پھرو جہاں چاہو سوؤ کوئی مانع نہیں۔ پہرے والے فقط جیل کی فصیل پر پھرتے ہیں۔ رات کو جیل کے اندر محافظ یا پہرہ دار کا نام نہیں۔ دو برس کے بعد یہاں رات کو آسمان اور ستاروں کی زیارت

Marfat.com

بھی ہم کو نصیب ہوئی۔ جناب باری میں سجدات شکر بجا لائے۔ یہاں قیدیوں کا کھانا بھی بہ نسبت اور جیل خانوں کے نہایت عمدہ تھا۔ گیہوں کی روٹیاں گھی سے چپڑی ہوئی اور عمدہ ترکاری اور گوشت غرض دو وقتہ پیٹ بھر کھانا یہاں قیدیوں کو ملتا ہے۔ مگر پاخانہ پھرنے کی بڑی دقت تھی۔ کیونکہ چوبی پیپوں کو میدان میں رکھوا دیا ہے جس کے اوپر بدشواری چڑھ کر برہنہ سب کے سامنے قیدی پاخانہ پھرتے ہیں۔

باب (۱۵)

بمبئی

ایک ہفتہ کراچی میں ٹھہر کر ایک بادبانی جہاز جس کو بگلہ کہتے ہیں ہم سوار ہوئے۔ سب سے پہلے سمندر اور جہازوں کی زیارت ہم نے کراچی میں کی۔ یہ جہاز بہت چھوٹا تھا۔ مگر قیدیوں کو مثل بورہ مال کے نیچے کی تہ میں اوپر نیچے کر کے بھر دیا تھا۔ قیدی گچ مچ ایک دوسرے کے اوپر نیچے پڑے تھے اور یہ بیت پڑھتے تھے۔ ؎

جائے تنگ ست مرد ماں بسیار
وقنا ربنا عذاب النار

جب لنگر اٹھا کر تھوڑی دور سمندر میں جہاز پہنچا تو دریا کے تلاطم اور امواج سے جہاز ہلنے لگا اور قیدیوں کو قے متلی شروع ہوئی تنگی

Marfat.com

جگہ کے سبب سے ایک دوسرے پر قے کرتا جاتا تھا۔ اِس جہاز پر کچھ مسلمان خلاصی تھے جنھوں نے ہم کو مولوی سمجھ کر حتی المقدور خود کھانے پینے سے بہت تواضع کی۔ خیر دو تین روز کے بعد بمشکل تمام ہم داخل بندر بمبئی کے ہوئے۔ وہاں دیکھا تو کوسوں تک ہزاروں جہاز کھڑے تھے اُس کو ایک جہازوں کا جنگل کہنا چاہیے۔ زیر قلعہ بمبئی کے ڈونگیوں میں بٹھلا کر ہم کو جہاز سے اُتارا وہاں سے بذریعہ سواری ریل جیل خانہ تھا نہ کو جو بمبئی سے دس بارہ میل ہے ہم کو لے گئے۔ بمبئی میں پارسی مرد عورتوں کو ہم نے پھرتے ہوئے دیکھا۔ اس قوم کے لوگ بہت خوبصورت گورے رنگ کے ہوتے ہیں اور مالدار بھی ہیں۔ یہ لوگ آتش پرست زردشت کی اُمت سے ہیں۔ خلیفہ دوم کی چڑھائی کے وقت ایران سے بھاگ کر اس حصہ ہندوستان میں آباد ہو گئے۔ بمبئی کی عمارات جہاں تک ہم کو دیکھنے کا موقع ملا نہایت اونچی اور دیواروں میں بے شمار کھڑکیاں بنی ہوئی تھیں، بمبئی شہر بھی ایک ٹاپو ہے ایک بند باندھ کر اس کو برِ اعظم ہند سے ملا دیا ہے۔ بمبئی اور تھانہ کے بیچ میں بھی سمندر بہتا ہے اور اس کے پانی کو کھیت اور کیاروں میں روک دیتے ہیں دھوپ کی تپش سے وہ کھارا پانی خشک ہو کر عمدہ نمک خود بخود تیار ہو جاتا ہے۔ ہزاروں من نمک کے انبار ریلوے سڑک کے کنارے کنارے لگے ہوئے تھے۔ ناریل کے درخت اور اس کا تازہ پھل بھی ہم نے پہلے پہل بمبئی میں دیکھا۔ یہاں کی عورتیں اپنی ساڑھی کو مثل مردوں کے

Marfat.com

دھوتی کے طور پر پیچھے کی طرف ٹانک لیتی ہیں۔ گھٹنے کے اُوپر تک اور آدھی پنڈلیاں کھلی رہتی ہیں۔ یہاں کے ہندوؤں کی پگڑیاں بھی بڑی بڑی لمبی سر پر ٹوکرا سا رکھا رہتا ہے۔ اس ملک کی زبان گجراتی یا مرہٹی ہے جب ہم ریل سے اُتر کر تھانہ کے بازار میں جیل کی طرف پا پیادہ چلے جاتے تھے تو ہمارے ساتھی قیدیوں نے چند مٹھائی والوں کی دکانوں کو لوٹ لیا اور بے محابا اُس مالِ مفروقہ کو کھانے لگے۔ بے چارے دکاندار اُن کو قیدی سمجھ کر چپ ہو رہے بلکہ ہم نے دیکھا کہ بعض دکاندار اپنی مٹھائی لٹوا کر بہت خوش ہوئے اور قیدیوں کے منہ میں پڑنے کو بڑا اپن سمجھے۔

باب (۱۶)

تھانہ جیل

چلتے چلتے قریب شام کے ہم تھانہ جیل کے دروازہ پر پہنچے۔ جیل کیا ایک مرہٹوں کے وقت کا بڑا مستحکم اور مضبوط قلعہ ہے جس کے چاروں طرف ایک بڑی گہری پختہ خندق بنی ہے۔ جیل کے اندر داخل ہونے کے ساتھ ہی ہماری تلاشی شروع ہوئی اور ہم سب کی جوتیاں اُتروا لی گئیں۔ اور پھر چلتے وقت واپس نہ ملیں۔ سُنا ہے کہ ایک دفعہ کسی دل چلے قیدی نے داروغہ جیل کو جوتیوں سے مارا تھا اُس وقت سے یہ قانون یہاں ہو گیا کہ قیدی جیل میں جوتہ نہ پہنے اور ننگے پاؤں

Marfat.com

پھرا کرے تاکہ دوبارہ ایسی نامعقول حرکت نہ کرے ۔ رات کو دو دو جوار کی روٹیاں اور تھوہر کی دال دے کر علیحدہ علیحدہ کوٹھڑیوں میں ہم کو بند کر دیا۔ مگر بتائید الٰہی دوسرے دن سے پنجابی قیدیوں کو گندم خور ملک کے آدمی سمجھ کر گیہوں کی روٹیاں ملنے لگیں۔ اور ہمارے بعد سے یہ خصوصیت کل چالان آمدہ پنجاب کے واسطے ہمیشہ کے لیے مقرر ہوگئی۔ فجر کو ہمارے سب چالان کو پتھر توڑنے کی مشقت دی گئی۔ جس کو بمشکل تمام ایک دو دن کیا۔ دو روز بعد ہمارے پہنچنے سے وہاں دری بافی کا کام شروع ہوگیا۔ اور ہمارے چالان کے پنجابی قیدی اس کے مہتمم مقرر ہوئے۔ مگر انہوں نے مجھ کو اور مولوی یحییٰ علی صاحب کو دری بافوں کا استاد بیان کر کے اپنے ساتھ لے لیا جہاں ہمارا ایک مہینہ بڑے آرام کے ساتھ طے ہوا۔ اس جیل اور ملک میں مرہٹی زبان کا دفتر ہے۔ فارسی اور اردو داں یہاں بھی ناخواندوں میں شمار ہوتے ہیں۔ اب کراچی اور تھانہ کے دفتروں کا یہ حال دیکھ کر ہم کو تو یقین ہوگیا تھا کہ اب ہم باقی عمر ناخواندوں میں شمار ہوں گے اور قلم پکڑنے کی نوبت شاید ہی آئے۔ وہ امید جو ہم کو فن منشی گری سے تھی قطع ہوگئی اب فقط فضل الٰہی کی امید باقی رہ گئی۔ اس جیل کا بڑا جیلر یا داروغہ تو ایک برہمن بڑا مدمغ آدمی تھا۔ مگر ابراہیم نام ایک مسلمان نائب داروغہ حتی المقدور خود ہماری بہت خاطر داری کرتا تھا۔ اب ایک مہینہ رہنے کے بعد یہاں سے بھی ہمارے چلنے کی تیاری ہوئی۔ اس مسلمان نائب داروغہ نے چلتے وقت ہماری بھاری بیڑیاں

Marfat.com

نکلوا کر براتے نام ہلکی ہلکی بیڑیاں ڈلوا دی تھیں۔ ہند کے جیل خانوں میں دیسیوں کو خصوصاً شریفوں کو بڑی مشکل ہے۔ نہ کھانے کپڑے کا بندوبست ہے نہ پاخانے کا۔ رات کو ہر موسم میں بارکوں میں مثل جانوروں کے بند کر دیتے ہیں۔ بدمعاشوں کو البتہ آرام ہے۔ ہمارے دیسیوں کے مدارج کا کچھ لحاظ نہیں۔ کالے کالے سب ایک سمجھ کر راجہ۔ نواب۔ مہتر۔ چمار سب کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکتے ہیں۔ مگر کوٹ پتلون والوں کی ہاں بھی سب یوروپین و دوغلے دونوں مثل صاحب لوگوں کے وہاں بھی چین کرتے ہیں۔

(۱۷)

باب

کالا پانی کو روانگی

واقعہ ۸ر دسمبر ۱۸۶۶ء بسواری جہاز جمنا ہم بمبئی سے کالے پانی کو روانہ ہوئے۔ یہ جہاز ولایت انگلینڈ کا تھا۔ اس کے کل خلاصی اور افسر گورے تھے۔ ہندوستانی بات کوئی نہ جانتا تھا۔ موتی لال بابو ایک انگریزی دان قیدی اس جہاز پر ہمارے ساتھ تھا۔ اس کی معرفت سے جہاز والوں سے ہم کچھ بات چیت کیا کرتے تھے۔ مجھ کو تو اس وقت ایک انگریزی بات بھی معلوم نہ تھی جہاز پر دال بھات اور سوکھی مچھلی مسلمانوں کی خوراک تھی اور ہندوؤں کو چینا ملتا تھا۔ ہمارے ساتھی پنجابیوں کو جو روٹی

کھانے کے عادی تھے۔ مہینہ بھر دو وقت چاول کھانے سے بڑی تکلیف ہوئی جب جہاز سمندر میں پہنچا تو طوفان اور تلاطم سے ہلتا تھا۔ اکثر آدمی قے متلی سے بیمار ہو گئے۔ ایک پنجابی قیدی سعادی ہفت سالہ جس کے صرف پانچ برس اس وقت باقی رہ گئے تھے بیمار ہو کر جہاز پر مر گیا ہم لوگوں نے موافق قاعدہ شریعت کے اس کے غسل اور کفن دے کر اور نماز جنازہ پڑھ کر اس کی لاش کے ساتھ بہت سے پتھر باندھ کر سمندر میں چھوڑ دیا۔ ہمارے محافظ مرین پلٹن کے سپاہی جو بمبئی سے ہمارے ساتھ آئے تھے ہم لوگوں پر بہت مہربانی کیا کرتے تھے۔ جب سیلون یا لنکا کے برابر ہمارا جہاز پہنچا تو سمندر میں تلاطم معلوم ہوا۔ وہ ہزاروں من کا جہاز مثل گیند کے پانی پر اچھلتا تھا کبھی سمندر کا پانی پہاڑ کی طرح ایک طرف سے آتا اور کبھی جہاز نیزوں نیچے پانی میں چلا جاتا۔ ۴۴ روز کے سفر دریائی کے بعد ۱۱ر جنوری ۱۸۹۹ء کو ہمارا جہاز قبل از دوپہر پورٹ بلیر انڈمان میں پہنچا۔ انبالہ سے چل کر گیارہ مہینے کے بعد داخل انڈمان ہوئے۔

باب (۱۸)

انڈمان

دور سے سمندر کے کنارے کے کالے کالے پتھر ایسے معلوم ہوتے تھے کہ گویا بھینسوں کے جھنڈ کے جھنڈ پانی میں پڑ رہے ہیں۔ لنگر ڈالنے

Marfat.com

تھوڑی دیر بعد محافظ بندر پورٹ بلیر ایک کشتی میں سوار ہوکر جہاز پر آئے۔ اس کے ایک ہندوستانی ملاح سے میں نے پوچھا کہ یہاں کچھ منشی محرروں کی بھی قدر ہے اور دفتر کس زبان میں ہے۔ وہ شخص قرینہ سے مجھ کو منشی معلوم کرکے میری تسلی کے واسطے مبالغہ کرکے بولا کہ یہاں کے حاکم اور مالک تو منشی ہی ہیں۔ وہ جو چاہیں سو کریں خیر اس ناامیدی پر جو کراچی اور تھانہ میں ہوئی تھی یہ مژدہ سُن کر کسی قدر تسلی ہوئی۔ پھر بڑے بڑے بوٹ اور کشتیاں کنارے سے آئیں اور ہم کو سوار کرکے روس تام ٹاپو صدر مقام انڈمان میں لے گئے۔ جب ہم کنارے کے نزدیک پہنچے تو ہم نے دیکھا کہ بیسیوں منشی اور مولوی سفید اور فاخرہ لباس پہنے ہوئے ہمارے منتظر کھڑے ہیں۔ ابھی ہم کشتی میں سوار تھے کہ ایک آدمی نے کنارہ پر سے آواز بلند پوچھا کہ محمد جعفر اور مولوی یحییٰ علی صاحب بھی اس جہاز میں آئے ہیں؟ میں نے جواب دیا ہاں وہ دونوں آئے ہیں۔ میرا جواب سُن کر وہ لوگ پانی میں کود پڑے اور ہم لوگوں کو ہاتھوں ہاتھ کشتی سے نیچے اُتار لیا۔ نیچے اُتر کر ہم کو یہاں معلوم ہوا کہ مولوی احمد اللہ صاحب ہم سے ایک برس بعد پٹنہ میں قید ہوکر ۱۲ جون ۱۸۶۵ء کو ہم سے چھ مہینے پہلے پورٹ بلیر میں پہنچ گئے اور ایک دوسرے جہاز کے قیدیوں سے جو ہم سے اول آئی جیل تھانہ سے چل کر فقط دو روز پہلے ہم سے پہنچے تھے۔ ہماری آمد کا حال معلوم کرکے مولوی صاحب ہمارے منتظر تھے۔ اور یہ سب لوگ انہیں کے اشارے ہمارے لینے کو گھاٹ پر آئے تھے خیر ہم لوگ بوٹ سے اُتر کر اسی مجمع کے ساتھ مصافحہ اور معانقہ کرتے ہوئے اپنے حالان کے قیدیوں سے جُدا ہوکر منشی غلام نبی صاحب

Marfat.com

محرر مرین ڈیپارٹمنٹ کے مکان پر پہنچے وہاں مولوی احمد اللہ صاحب اور دوسرے اکثر معزز لوگوں سے ہماری ملاقات ہوئی اور اسی مکان میں ہم تینوں آدمی رہنے لگے۔ اُسی دم ہماری بیڑی کٹوا دی اور عمدہ لباس جو ہمارے واسطے تیار کر کے رکھا تھا ہم کو پہنایا گیا اور تمام جلسہ کے ساتھ ہم نے دسترخوان پر بیٹھ کر کھانا کھایا اور اُس تاریخ سے تاریخ رہائی تک ہم نے پھر بدرنگ یا لباس یا کھانا قیدیوں کا کبھی نہیں دیکھا۔ گو اُسی تاریخ سے ہم قید سے رہا ہو گئے گویا اٹھارہ برس تک مثل ملزمان کالے پانی میں رہے اُسی شام سے گھر گھر ہماری دعوتیں ہونے لگیں اور وہ نفیس اور عمدہ کھانے ہم کو کھلائے گئے کہ ہند میں مجھ کو تو کبھی ایسے کھانے نصیب بھی نہ ہوتے تھے۔ وہ ہمارا خیال کہ اب ہم کو ساری عمر صرف جیل کا کھانا کھانا پڑے گا۔ اُس قادر مطلق نے اس خیال کو ہمارے دل سے قلع قمع کرا دیا اور اپنی قدرت کو دکھلا دیا جب ہم اُس جزیرے میں پہنچے ہزاروں مرد عورت قیدیوں کو دیکھا کہ ماتھے آنکھ کا گودنے پیشانی پر اُن کا نام اور جرم اور لفظ دائم الحبس لکھا ہوا ہے۔ کہ وہ نوشتہ مثل نوشتہ تقدیر کے تمام عمر نہیں مٹتی۔ مگر بہ تائید الٰہی سنیئے کہ ہمارے پہنچنے سے کچھ عرصہ پہلے وہ حکم ماتھا گودنے کا تمام عملداری سرکار سے ہمیشہ کے واسطے موقوف ہو گیا تھا اس سبب سے اس کے داغ دائم الحبس سے بھی ہم محفوظ رہے۔

جزیرہ انڈمان خلیج بنگالہ کے مشرق کو ۹۲ درجہ [illegible] دقیقہ طول مشرقی اور ۱۱ درجہ ۴۳ دقیقہ عرض شمالی پر کلکتہ سے قریب چھ سو میل کے واقع ہے

Marfat.com

مجموعہ جزائر ۱۹۴۷ ۱ میل کے گھیرے ہیں جن میں قریب ایک ہزار جزیروں کے شامل ہیں تمام انڈمان مشہور ہے۔ علم طبقات الارض کے محققوں کا یہ قول ہے کہ یہ جزائر کسی زمانہ میں براعظم ایشیا سے ملے ہوئے تھے۔ بمرور زمانے کے پیر بچار اور سمندر کی موجوں سے کٹتے کٹتے اول یہ ٹکڑا براعظم ایشیا سے علیحدہ ہوگیا تھا۔ اور پھر آخر کو ایک دوسرے سے علیحدہ ہوتے ہوتے ہزاروں چھوٹے چھوٹے جزیرے ہوگئے۔ یہاں پانچ روز میں کلکتہ سے اگنبوٹ پہنچتا ہے اور تین روز میں رنگون سے مولمین یہاں سے تین سو میل مشرق و شمال اور سنگاپور چار سو میل گوشہ مشرق و جنوب میں اور پنانگ تین سو پچاس میل مشرق میں اور نگوبار یا ننکوڑی اسی میل جنوب میں اور مدراس آٹھ سو میل مغرب اور لنکا آٹھ سو میل گوشہ مغرب و جنوب میں واقع ہیں یہ جزائر سب پہاڑ ہیں ہموار زمین بہت کم ہے یہاں سب سے اونچا پہاڑ مونٹ ہریٹ کا ہے جو سطح سمندر سے ۱۱۶ فٹ اونچا ہے میٹھے پانی کا کوئی ندی نالہ یہاں جاری نہیں ہے برسات کے موسم میں بعض اونچے ٹیکروں اور ٹیلوں سے پانی کے جھرنے بہا کرتے ہیں لیکن ایام خشکی میں بند ہو جاتے ہیں۔ کوئیں اور ڈگیاں یہاں بکثرت ہیں۔ یہاں کے جزائر میں پورٹ بلیر کے اندر کو ایک گندھک کا پہاڑ ہے اُس سے ہر وقت آگ کے شعلے نکلا کرتے ہیں۔ یہاں کے جنگل میں سوائے سور کے اور کوئی چوپایہ درندہ یا چرندہ نہیں ہے۔ لعاب ابابیل یہاں کا ایک عمدہ تحفہ ہے۔ قوت باہ کے واسطے ماہی سقنقور سے بڑھ کر سمجھا جاتا ہے اور بہت گراں مثل نقرہ اور طلا کے بکتا ہے۔ یہاں کے جنگلوں میں ہزاروں قسم کی عمدہ اور پائدار لکڑیاں موجود ہیں مگر ہمارے ملک کی لکڑیاں

Marfat.com

موجود ہیں۔ مگر ہمارے ملک کی لکڑیوں سے سراسر غیر ہیں۔ بید بھی یہاں کے جنگل میں کئی قسم کا ہے اور اس کی چھڑیاں بطور تحفہ کے ملک ملک کو جاتی ہیں عقیق البحر کی چھڑیاں مثل کالی ناگنی کے اور سنکھ اور ہزارہا قسم اور رنگ برنگ کی کوڑیاں اور طرح طرح کی سیپیاں یہاں کے سمندر سے نکلتی ہیں اور ملکوں کو بطور تحفہ کے جاتی ہیں۔ آم۔ املی۔ جامن کٹھل۔ بڑہل۔ جائپھل ناریل اور پان وغیرہ کے درخت جو گرم ملک کے جنگلوں میں ہوتے ہیں یہاں سب خود بخود موجود ہیں۔ اب جنگل کے صاف ہو جانے سے بہت سے لوگ بھی یہاں آباد ہو گئے اور ہر قسم کی ترکاری اور گرم ملکوں کے پھل اور دھان اور مکئی۔ جوار مونگ ماش وغیرہ بکثرت سے یہاں پیدا ہوتے ہیں۔ مگر گیہوں چنا وغیرہ ربیع اور سرد ملکوں کے اناج یہاں بالکل پیدا نہیں ہوتے لیکن سرکار گیہوں چنا وغیرہ کلکتہ سے منگا کر بھاؤ سات پائی فی پونڈ یعنی سوا آنہ سیر کے فروخت کرتی ہے۔ اسی سبب سے اس ملک میں کبھی قحط نہیں پڑتا۔ ہمیشہ ایک ہی نرخ سے غلہ بکتا ہے۔ آب و ہوا اس جزیرے کی تو اب ایسی عمدہ اور صحت بخش ہے کہ اس کا ثانی ہندوستان میں کوئی مکان نہیں ہے۔ ہیضہ اور چیچک اور وبائی بخار اور آتشک جیسے متعدی مرض بالکل نہیں ہیں۔ بیس برس ہم نے کبھی ایک بیمار بھی ان بیماریوں کا نہیں سنا۔ نہ یہاں سر اور کپڑوں میں جوئیں پڑتی ہیں اور نہ دوسرے موذی جانور مثل پسو اور مچھر کے ہوتے ہیں۔ خط استوا کے قریب ہونے کے سبب سے ہمیشہ بارہ ماس یہاں دن رات برابر ہوا کرتا ہے بہت ہی تھوڑا فرق پڑتا ہے۔ سردی گرمی یہاں دونوں نہیں ہمیشہ ہمارے ملک کے چیت بیساکھ کی کیفیت رہتی ہے۔ دسمبر جنوری

Marfat.com

رات کو ایک چادر اوڑھنے کی نوبت آتی ہے۔ سرمائی کپڑوں کا یہاں بالکل دستور نہیں نہ کوئی رضائی بناتا ہے۔ نہ ولائی نہ یہاں روئی ہے۔ نہ دھنیا، یہاں نہ کبھی موسم خزاں ہے نہ بہار بارہ مہینے درخت ہرے بھرے رہتے ہیں۔ غالباً یہاں کی موسم پر نہایت حال جنگلیوں کے جو ننگے مادرزاد پھرتے ہیں۔ اس حکیم اور علیم نے بنائی ہے۔ اگر سردی یا گرمی ہو تو وہ ننگی مخلوق خدا فوراً ہلاک ہو جائے۔ یہاں کی بارشوں کی بہت کثرت مئی سے نومبر تک آٹھ مہینے برابر رات دن برستا رہتا ہے۔ اسی سبب سے یہاں کے مکانوں کی چھت ڈھلویں ہوتی ہے ہمارے ملک کی کبھی کچی اور چپٹی چھت اس بارش کا ایک دن بھی مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اولے وہاں کبھی نہیں پڑتے نہ کبھی آندھی چلتی ہے۔ جنگل نہایت گنجان اور دشوار گذار ہے۔ درخت اتنے اونچے ہیں کہ گویا آسمان سے باتیں کر رہے۔ جب کسی درخت کو کاٹ کر گراتے ہیں تو سینکڑوں گز تک اُن کی ڈالیاں اور شاخوں کا اثر پہنچتا ہے۔ یہاں کے سانپ اور بچھو میں زہر نہیں لیکن یہاں کنکھجورے بہت زہریلے ہیں۔ یہاں کے جنگل میں قدیم سے ایک وحشی ننگی مادرزاد قوم رہتی ہے۔ مرد عورت کپڑا کوئی نہیں پہنتے اور نہ کپڑا اُن کو میسر آتا ہے ان جنگلیوں کا صحیح حال اب تک معلوم نہیں ہوا کہ کب اور کس ملک سے آکر یہاں آباد ہوئے اور ہمیشہ سے ایسے ہی وحشی ہیں یا کبھی مہذب بھی تھے۔ یا نہیں۔ یہ جنگلی جیسا کہ مشہور تھا آدم خور نہیں ہیں۔ نہ ان کے بدن پر بال ہیں۔ قریب سو برس کے ہوئے سب سے اول لفٹنٹ بلیر ایک جہاز کے سردار نے یہاں آکر لنگر ڈالا تھا۔ اسی سبب سے پورٹ بلیر اس جزیرے کا

Marfat.com

نام ہوا۔ انہیں ایام میں جس کو سو برس ہوئے سرکار نے پہلے بھی قیدیان حبس بعبور دریائے شور کا رکھنا تجویز کیا تھا۔ مگر ناموافقی آب و ہوا کے سبب سے ۱۷۹۶ء میں یہ جزیرہ آباد ہو کر پھر اجڑ گیا تھا۔ سنہ ۱۸۵۷ء کی بغاوت کے بعد سرکار کو پھر اس کی ضرورت ہوئی اور مارچ سنہ ۱۸۵۸ء سے گویا دوبارہ اس کی آبادی شروع ہوئی اور پہلے پہل بغاوت کے قیدی یہاں بھیجے گئے۔

باب (۱۹)

انڈمن کے اصل باشندے

شروع آبادی میں مدت تک جنگلی لوگ سخت مخالف رہے چنانچہ دو مرتبہ انہوں نے ڈاکٹر واکر صاحب سپرنٹنڈنٹ اول کے عہد میں تیر کمان لے کر جنگلیوں کی فوج جمع کر کے ایک دفعہ ہڈوپر دوسری بار ایبرڈین پر حملہ کیا۔ آخر ملائمی اور حکمت عملی سرکار سے وہ فرمانبردار ہو گئے۔ اور اب جنگل یا بستی میں جہاں کہیں رہتے ملتے ہیں تو نہایت فرمانبرداری سے پیش آتے ہیں۔ گو شروع آبادی میں ان وحشیوں نے بہت خون خرابے کیے تھے۔ یہ لوگ چار فٹ سے پانچ فٹ چار انچ تک اونچے مثل حبشیوں کے سیاہ فام گول منہ آنکھیں ابھری ہوئیں۔ سر پر بغیر کنگھی کے بال مگر نہایت مضبوط اور قوی ہوتے ہیں۔ ان کل جزائر انڈمان میں ان کی بارہ ذاتیں ہیں۔ ایک ذات کی زبان دوسری قوم سے بہت کم ملتی ہے۔ یہ جنگلی اس بات کے قائل ہیں کہ خدا آسمان میں رہتا

Marfat.com

ہے وہی خالق ہر شے کا ہے اور سب سے بڑا ہے۔ وہ کسی سے پیدا نہیں ہوا وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ اس کا محل بہت عمدہ اور نفیس آسمان میں ہے۔ اس کو کوئی دیکھ نہیں سکتا۔ اسی کے گھر سے پانی برستا ہے بجلی کا شعلہ اور کڑک بھی اسی کے پاس سے آتی ہے۔ موت بھی اسے کے حکم سے ہوتی ہے بھلائی اور روزی بھی وہی دیتا ہے۔ مسماۃ چانا پالک ایک اس کی جورو بھی ہے۔ اس کی جورو کو بھی فنا نہیں اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوئی۔ مگر اس کا درجہ خدا سے کم ہے۔ اس کا کام ہے کہ سمندر میں مچھلیاں پیدا کرے وہی مچھلیوں کو آسمان سے گراتی ہے۔ یہ لوگ شیطان کے بھی قائل ہیں اور سمجھتے ہیں کہ سب بُرے کام شیطان کراتا ہے۔ مگر وہ کہتے ہیں کہ شیطان دو ہیں ایک زمین کا شیطان جس کا نام ارم چوگلا ہے۔ جب زمین پر کوئی ناگہانی موت سے مرجاتا ہے تو یہ سمجھتے ہیں کہ ارم چوگلا نے مار ڈالا ہے۔ ایک سمندر کا شیطان ہے جس کا نام جورو ونڈا ہے۔ جب کوئی آدمی ڈوب کر مرجاتا ہے تو کہتے ہیں کہ اس کی جورو ونڈا نے مار ڈالا ہے۔ یہ لوگ فرشتوں کے بھی قائل ہیں اور سمجھتے ہیں کہ مرد عورت دونوں جنس سے ہیں اور جنگل میں رہتے ہیں اور انسانوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہ لوگ بھوت پریت کے بھی قائل ہیں مگر کہتے ہیں کہ ان کو کچھ اختیار نہیں ہے۔ یہ لوگ خدا یا غیر خدا کی کسی چیز کی پوجا نہیں کرتے۔ یہ لوگ طوفانِ نوح کے بھی قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک بار زمین پر ایسا طوفان آیا تھا کہ ساری دنیا ڈوب گئی تھی۔ اور ان جنگلیوں کے بزرگ ایک کشتی بنا کر اس پر سوار ہو گئے تھے اور ایام طوفان میں بہت دنوں تک اس کشتی پر سوار رہے۔ جب طوفان رفع ہوا

Marfat.com

تو وہ کشتی کسی پہاڑ پر منجملہ کوہ ہائے جزائر انڈمان کے ٹھہری تھی۔ یہ لوگ دو سے
زیادہ گنتی نہیں جانتے۔ جب کوئی چیز دو سے زیادہ گنتے ہیں تو انگلیوں پر
شمار کرتے ہیں یہ لوگ ننگے مادرزاد پھرتے رہتے ہیں فقط عورتیں ایک چھوٹا
سا پتا اندام نہانی پر شاکرے ہیں اٹکا کر رکھ لیتی ہیں۔ مرد عورت اپنے بدن
کو بوتل وغیرہ کے ٹکڑوں سے گود کر چیڑوں کا چھتا یا گٹھی کا کپڑا سا بنا لیتے
ہیں۔ مونچھ داڑھی یا سر کے بال مرد عورت کوئی نہیں رکھتا۔ ان کو بوتل کے
ٹکڑوں سے تراش ڈالتے ہیں۔ ان کا بیاہ بھی بہت سیدھے سادے طور پر
ہوتا ہے۔ بروقت شادی دولہا دلہن دونوں کے بدن کو گیرو اور چربی سے
لال رنگتے ہیں اور ساری قوم اس وقت جمع ہوتی ہے۔ ایک آدمی اس
جلسہ میں بطور قاضی کے ہوتا ہے وہی شخص دولہا کو اٹھا کر دلہن کے پاس لے
جاتا ہے۔ اور دولہا کے سامنے بہت سے تیر کمان رکھ دیتا ہے اور کہتا
کہ ان سے شکار کر کے اپنی عورت کی پرورش کرنا اور پھر وہی آدمی باواز بلند
لفظ آنی آن نجی لے جاؤ یہ تمہاری بیوی ہے کہتا ہے۔ اس کہنے سے بعد
عقد پکا ہو گیا اور پھر تا حیات دونوں کے نہ طلاق ہے نہ جدائی۔ شادی کے
بعد ان میں زنا نہیں ہے۔ لڑکا پیدا ہوتے وقت پردہ کرنے کی ان کے
یہاں کچھ ضرورت نہیں ہے مردوں کے سامنے عورتیں بچے جنتی ہیں بعد
پیدا ہونے بچے کے ایک عورت پتوں سے مکھیاں ہانکتی ہے اور ایک عورت
نال کاٹ کر بچہ کو گود میں لے کر بیٹھتی ہے۔ پہلے دن بچہ کو غیر عورت کا دودھ
پلاتے ہیں۔ دوسرے دن بچہ کی ماں پلانے لگ جاتی ہے۔ اور بعد وضع حمل کے

Marfat.com

جب کوئی بیمار ہوتا ہے تو وہ خود یا اس کا کوئی عزیز نہایت بے دردی سے
اور اناڑی پنے سے بوتل کے ٹکڑوں سے زخم کر کے خون نکال دیتا ہے
اور جب کوئی مر جاتا ہے تو ایک ٹوکری میں مُردے کو رکھ کر اس کے گھٹنوں
کو موڑ کر اس کی چھاتی تک لا کر باندھ دیتے ہیں اور سارے اعضا ان کو
درخت کے چھلکوں سے کستے ہیں اور پھر قبر کھود کر اس میں گاڑ دیتے ہیں اور
قبر کے نزدیک آگ جلتی رہتی ہے اور ایک یا دو مہینے کے بعد اس کی قبر کھود
کر اس کا ماتم کر کے اس کی ہڈیوں کو اُس کے سب عزیز آپس میں تقسیم کر لیتے
ہیں اور پھر ان کو حرز جان کر کے اپنے ساتھ رکھتے ہیں۔ اور کبھی لاش کو
بجائے گاڑنے کے ایک مچان پر رکھ دیتے ہیں یا کسی درخت کی شاخ پر
لٹکا دیتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ مرنے سے آدمی نیست و نابود ہو جاتا
ہے دوبارہ زندہ ہونے اور جزا سزا آخرت کے قائل نہیں۔ وہ لوگ ناچتے
اور گاتے بھی ہیں۔ مگر کوئی باجہ اُس کے پاس نہیں ہے۔ اور نہ سُر تال اُن کو
معلوم ہے۔ ان لوگوں کا کوئی مذہب اور ملت نہیں ہے اور نہ کوئی اُن کا
مذہبی سردار اور ملا ہے۔ مگر اخلاق اور آدمیت اور دیانت اور راست بازی
ان میں ہے۔ پہلے یہ لوگ روپیہ اشرفی اور پیسوں کی کچھ قدر نہیں جانتے تھے۔
جو کوئی ان کو دیتا اس کو لے کر اور دیکھ بھال کر زمین پر پھینک دیتے تھے
مگر اب تو بڑے لالچی ہو گئے۔ راہ چلتوں سے پیسہ پیسہ کر کے سوال کرتے
ہیں۔ ان جنگلیوں کی عمر بہت کم ہوتی ہے اور ان کی لڑکیاں بھی بہت جلد
بالغ ہو کر اور تیس برس تک بڈھی پھونس ہو جاتی ہیں۔ دو دمہ تا تہ تمام ایک

Marfat.com

ہندوستانی آدمی نے بہت عرصہ ہوا ایک جنگلی عورت سے شادی بھی کی تھی۔ مگر اس کی رہائی ہو جانے کے سبب سے وہ ہندوستان کو چلا گیا اور بے چاری جنگلن کو وہیں چھوڑ آیا۔

۱۸۵۸ء سے ۱۸۶۵ء تک ان جزائر کی آب و ہوا سم قاتل تھی جس کو زخم ہو گیا وہ تین روز بعد سڑ گیا اور چوتھے دن مر گیا۔ زخم کیا تھا گویا پیام اجل تھا۔ شروع آبادی میں یہاں اسکروی کی بیماری بھی بڑے زور شور سے تھی۔ یہ ایک جہازی بیماری ہے۔ اس سے منہ پک جاتا ہے اور پنڈلیاں سخت پتھر سی ہو جاتی ہیں اور آدمی مر جاتا ہے۔ اس بیماری سے بھی ہزاروں راہی آخرت ہو گئے۔

باب (۲۰)

انڈمن کی زندگی

الحمد للہ والمنت ہمارے وہاں پہنچنے سے ایک برس پہلے وہاں کے سب امراض رفع ہو کر وہ جزیرہ خوبی آب و ہوا میں رشک کشمیر ہو گیا تھا۔ جہاں بیس برس تک ہمارا سر بھی نہ دکھا اور بڑے آرام اور راحت سے ہماری قید بسر ہوئی بوجہ کثرت بیماری اور نئی آبادی کے انگریزوں نے شروع میں یہاں کے قوانین بھی قیدیوں کے واسطے نہایت نرم کر رکھے تھے۔ اور قیدیوں سے ہر طرح کا سلوک کرتے تھے۔ مگر جب وہاں کی آب و ہوا عمدہ ہو گئی۔

Marfat.com

اور آبادی بھی بڑھ گئی۔ تب تو وہاں کے ایسے سخت قانون بنائے کہ الاماں۔ ہند کے جیلوں پر بھی سختی بڑھادی مگر ہم لوگ ایک وسط زمانے میں پہنچے تھے کہ اب وہ مواخذہ ہو گئی تھی مگر ابھی قانون میں سختی کی انتہا نہ ہوئی تھی۔ اس انتہائے اندروسے قانون تمام ہندوستان کے ہم کو ہر طرح کا آرام اور آسائش و رخصت اور تنخواہ وغیرہ جاتے ہی مل گئے لیکن ہمارے پہنچنے کے تھوڑے دن بعد وہاں کے قوانین سخت ہو گئے۔ آخر کو اب یہاں تک نوبت پہنچی کہ جب قیدی یہاں اگر دس برس تک سخت مشقت کرے اور جو ہندوستانی سخت کھانا پاوے اور ہندی کا کپڑا پہنے اور بارک میں رہا کرے اور کسی قسم کی مہربانی اس پر نہ کی جاوے چنانچہ قانون انڈمان مقدمہ سنہ [illegible] کا ایک فقرہ بطور مثال ذیل میں لکھتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ ہر ایک جس بعبور دریائے شور سے سخت مشقت کا کرنا اور فقط اس قدر کھانا پانا کہ جس سے آدمی زندہ رہے ضرور لازم ہو جاتا ہے۔ مگر یہ بھی خیر تھی کہ جس قدر نئے قانون سختی کے آتے رہے وہ فقط آمد جدید قیدیوں پر مؤثر ہوتے تھے۔ ہم پرانے قیدی ہمیشہ ان سے مستثنیٰ ہو جاتے تھے۔ میں نے وہاں جا کر دیکھا کہ اس غدر ۱۸۵۷ء کی بدولت بیسیوں راجے اور نواب اور زمیندار و مولوی مفتی و ڈپٹی کلکٹر و منصف وغیرہ اہلیان و عہدہ داران و رسالدار و صوبہ دار و جمعدار وغیرہ وہاں قیدی ہیں۔ مگر وہ معزز ہندوستانی جنٹلمین بھی جن کے آگے سینکڑوں ہزاروں نوکر تھے بوجہ سیاہ پوست اور تخم ہند کے دوسرے چوہڑے چماروں کی طرح موٹا جھوٹا کھانا پاتے اور نامرد لوگوں کے ساتھ سخت مشقت کرتے تھے۔ مگر حضرات یورپین

Marfat.com

گورے بلکہ اکثر دوغلے کالے کلوٹے بھی فقط بوجہ بشرف کوٹ پتلون یا کلمہ عیسائی کے پلٹن کے گوروں کے برابر کھانا کپڑا پاتے تھے۔ ایک علیحدہ بنگلیا اُن کے رہنے کو ایک نوکر بلا تنخواہ خدمت کو اور جس گورے یا دوغلے کو لائسنس مل گیا تو اُن کو پچاس روپیہ ماہوار تک نقد تنخواہ بھی ملتی ہے یہ تو سب کچھ تھا مگر ۱۸۷۹ء کا ایک نیا واقعہ عبرت انگیز دیکھ کر لوگوں کو رونا آتا تھا اور وہ یہ ہے۔ کہ ۱۸۷۹ء میں ایک بدبخت راجا جگن ناتھ پوری کا جس کے واسطے مدت تک اخباروں نے بھی سر پھوڑا تھا قید ہو کر کالے پانی میں پہنچا۔ مگر بوجہ کالا چہرہ ہونے کے بے چارہ عام چوہڑے چماروں کے ساتھ کھانا پاتا اور مشقت کرتا تھا اور جب بوجہ نازک مزاجی اُس سے مشقت نہ ہوتی تو بیت اور جیل اور چکی پیسنے کی سزا پاتا رہا۔ آخر انہی صدموں سے تھوڑے روز بعد وہ راجہ پورٹ بلیر جیل میں مرگیا۔ اور انہیں ایام میں مسٹر لیمبرٹ نام ایک کرانی بھی گو ہندوستان سے کالا مگر یورپین نام اور کوٹ پتلون سے مشرف ملک اودھ سے قید ہو کر وہاں پہنچا تھا اور اُس کو گوروں کیسا عمدہ کھانا ملنے لگا۔ ایک علیحدہ مکان پلنگ وغیرہ کل سامان عیش و آرام کا مل گیا اور بجائے مشقت کے کچہری ڈپٹی کمشنر میں کلارک ہو گیا چونکہ یہ ملعون راجہ اور یہ خوش نصیب کرانی دونوں ایک ہی وقت میں وہاں پہنچے تھے یہ اختلاف سلوک اور طرف داری کوٹ پتلون اور ناقدری شرفاء و امراء ہند دیکھ کر ہر کسی کو رونا آتا تھا۔

Marfat.com

باب (۲۱)

شادی خانہ آبادی

اتفاق حسنہ اور فضل الٰہی سے ہمارے انڈمان پہنچنے کے ایک ہفتہ بعد پچاس قیدی بغاوت ۱۸۵۷ء کے جن میں اکثر منشی اور جمعدار وغیرہ بھی تھے حسب الطلب راجہ بروکس کے جزیرہ سراواک کو کہ ایک ملائی ملک سنگاپور کے مشرق کو واقع ہے بھیجے گئے تھے۔ اس سبب سے عمدہ عمدہ عہدے منشیوں کے خالی تھے۔ میری لیاقت کا حال ان لوگوں کو اس وقت بذریعہ اخبارات کے اور نیز مولوی احمد اللہ صاحب کے معلوم ہو چکا تھا اس واسطے میں تو بہ اعانت انہیں کے سرشتہ قیدی بجری کا صاحب سپرنٹنڈنٹ اور چیف کمشنر میں محرر سکشن دار یا نائب میر منشی مقرر ہو گیا۔ ایک عورت نے کو ایک نوکر بلا تنخواہ خدمت کو مل گیا۔ مثل آزاد مردوں کے جہاں چاہتا رہتا جہاں چاہتا جاتا۔ روک ٹوک مطلق نہ رہی۔ اس وقت میرا عین عالم شباب قریب ستائیس کے سن و سال تھا بس تجرد میں دینی و دنیوی دونوں قباحتوں سے خالی نہ تھی اس واسطے اول میں نے چاہا کہ ہندوستان سے اپنی بیوی کو بلالوں مگر اس کو تا قانون مانع ہوا اس واسطے میں نے پہنچنے کے چند ماہ بعد ایک نو مسلم کشمیری عورت سے شادی کر لی یہ عورت نہایت لائق [illegible] نا اہلانی [illegible] کر دو [illegible] بھی تھی کچھ عرصہ [illegible]

Marfat.com

اور خدمت گذار ہوئی۔ اب میں دیکھتا تھا کہ رفتہ رفتہ ہر ایک چیز کا جو ہند میں مجھ سے چھوٹی تھی نعم البدل مجھ کو ملنا شروع ہوا۔ اور جنہوں نے میری دشمنی پر کمر باندھی تھی ایک کے بعد ایک تباہ ہونے لگے۔ یہاں تک کہ میرے ہند میں واپس آنے کے وقت تک ہر شخص حسب مدارج خود اپنی اپنی جزا ر واجب کو دنیا ہی میں پہنچ چکا۔ ۲۵ دسمبر ۱۸۶۷ء کو جس زمانہ میں یہ خاکسار جزیرہ پریویرنس پیٹ میں تھا مولوی عبدالرحیم صاحب بھی انڈمان پہنچ گئے اور وہاں جاکر اول گھاٹ منشی مقرر ہوئے اور پھر اس کے کچھ عرصہ بعد ہسپتال محرر ہو گئے اور قریب برس کے اس طرح سے کارسرکار کرکے پھر انہوں نے دکان بزازہ کھولنے کا ٹکٹ لے لیا۔ اور اسی پیشہ دکانداری سے اُن کی رہائی ہو گئی۔

سمندر کے کنارہ کے ملکوں اور جہازی ملازموں اور سیاحوں پر اکثر بحری آفات بھی پڑا کرتی ہیں جن سے ہند کے آدمی سراسر ناواقف ہیں۔ کالے پانی میں بھی ہر سال بہت سے آدمی اور کشتیاں سمندر کی نذر ہو جاتی ہیں۔

باب (۲۲)

تین مہلک حادثے

مجھ کو بھی اس مدت بست سالہ میں بارہا ان آفات کا سامنا ہوا مگر عین ڈوبنے کے وقت جب میں چاروں طرف سے ناامید ہو کر اللہ رب العزت

Marfat.com

کی طرف سے دل سے رجوع ہوا تو اس رب قدیر نے فوراً بچا دیا۔ منجملہ بہت سے آفات کے جن میں یہ خاکسار مبتلا ہو کر وقتاً فوقتاً بچتا رہا۔ صرف میں تین واقعوں کا مختصراً یہاں ذکر کرتا ہوں۔ ایک مرتبہ میں جزیرہ روس سے پرسوبرنس پیٹ نام ٹاپو کو جاتا تھا۔ پرسوبرنس پیٹ کے نزدیک پہنچکر ایسا سخت طوفان ہوا کہ کشتی ڈوبنے میں کچھ باقی نہ رہا تھا۔ اس وقت ایک موج نے اس کشتی کو اٹھا کر پل سنگ کے نزدیک کر دیا۔ کہ اس وقت میں اور ایک دو دوسرے مسافر پھرتی کے پل پر کود پڑے۔ ادھر ہمارا کودنا تھا کہ ایک دوسری موج نے اس کشتی کو اٹھا کر پل پر دے مارا پس کشتی پرزہ پرزہ ہوگئی اور باقی ماندہ لوگ سخت مجروح ہوئے۔ اسی طرح ایک روز ابرڈین سے روس کو جاتے وقت ایک طوفانی موج نے کشتی کو پل پر پٹکنا چاہا تھا کہ ہم کود کر پل پر جا کھڑے ہوئے۔ تب کشتی پل سے ٹکرا کر پرزے پرزے ہوگئی اور اکثر مسافر مجروح ہوگئے بار برداری ڈبنے سے بچے۔ ایک تیسری بار ہماری کمپنی کا سارا عملہ ایک کشتی میں سوار ہو کر روس سے ابرڈین کو آتا تھا۔ وسط راہ میں ایک ایسا سخت طوفان آیا کہ سب لوگ ناامید ہو گئے اور اپنے کو مردہ سمجھ چکے تھے بارش اور ہوا بھی بڑے زور سے تھی، نہ نزدیک کنارہ تھا نہ کوئی فریادرس تھا۔ اندھیرا ایسا تھا کہ کنارہ سے ہماری اس مصیبت کو کوئی نہ دیکھ سکتا تھا۔ اس وقت کشتی کا سکان بھی ٹوٹ گیا۔ پانی سے کشتی بھر گئی کوئی چارہ کار و علاج باقی نہ رہا تب میں نے اس فریادرس اور دستگیر درماندگان کو پکارا۔ میرا دعا کرنا تھا کہ غیب سے ہمارے

Marfat.com

نزدیک یک بیک ایک بڑی کشتی جس میں سردار گبھیل سنگھ سپرنٹنڈنٹ پولیس سوار تھے ظاہر ہو گئے اور ہم کو اس حال تباہ میں دیکھ کر جھٹ پٹ انہوں نے ہم کو اپنی کشتی میں لے لیا اور صحیح سلامت کنارہ تک پہنچا دیا۔

جنوری ۱۸۶۸ء میں یہ خاکسار جزیرہ ہدو کو بدل آیا۔ اور وہاں اسٹیشن محرر مقرر ہو گیا۔ ۲۰ فروری ۱۸۶۸ء کو بمقام روس مولوی یحییٰ علی صاحب راہی فردوس ہوئے۔ اور گو میں اُن سے بہت فاصلہ پر جزیرہ ہدو میں تھا اور مجھ کو اُن کی بیماری تک کی بھی اطلاع نہ ہوئی تھی مگر تقدیر مجھ کو عین اس وقت جزیرہ روس کو لے گئی کہ جب اُن کا جنازہ تیار ہو کر نماز پڑھنے کی تیاری ہو رہی تھی ہمارے مقبرے کے کل آدمی اُن کی تجہیز و تکفین میں شریک ہو گئے تھے۔ میری بیوی مولوی یحییٰ علی صاحب سے مرید بھی تھی اور اُن سے بہت محبت کرتی تھی اُس کو اس موت کے سبب سے زیادہ صدمہ پہنچا۔ بلکہ ۲۰ اپریل ۱۸۶۸ء کو مولوی صاحب کی وفات سے سوا دو ماہ بعد وہ نیک بخت بھی راہی فردوس ہوئی۔ ہند سے قید ہو کر جانا گویا اس بی بی کا اسی خاتمہ بخیر کے واسطے تھا۔ کہ تھوڑے دنوں میں اس کو نصیب ہو گیا۔

باب (۲۳)

تجارت

اس بی بی کی وفات کے بعد میں نے سب زیور وغیرہ فروخت کر کے

Marfat.com

بقدر تین سو روپیہ کے دہلی کو اپنی بیوی کلاں کے پاس بھیجے تھے کہ ان
کا مال قسم جوتا وغیرہ سے خرید کرکے میرے پاس بھیج دیوے کیونکہ ان ایام میں لوٹ
بلیر میں دہلی کا مال تگنے چوگنے دام پر فروخت ہوتا تھا۔ مگر یہ مال راہ میں بہت
ضائع ہو گیا اور دہلی سے روانہ ہونے کی تاریخ کے ۲ برس بعد سڑ گل کر تھوڑا سا
مال سنہ ۱۸ ء میرے پاس پہنچا تھا جس میں سے فقط ایک سو پچاس روپیہ مجھ کو
وصول ہوئے اور یک صد پچاس روپیہ بھی جب دوبارہ ایک دوست کے پاس
کلکتہ کو دو سنے منگانے اور مال کے میں نے روانہ کیے تو بنگالی بابوؤں نے مخبری
کرکے وہ ہنڈوی پکڑوا دی تھی کیونکہ میں ملازم سرکار اور مجھ کو پیشہ تجارت کا
کرنا منع تھا۔ میں نے وہ مال ایک سوداگر کے نام سے منگایا تھا اور ہنڈوی ایک
افسر اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کی طرف سے تھی خط مطلب مال میری طرف سے
لکھا ہوا تھا۔ وہ لفافہ معہ خط و ہنڈوی کے گرفتار ہو کر صاحب چیف کمشنر
کے سامنے پیش ہوا۔ بلحاظ صورت مقدمہ ضبطی ہنڈوی اور میری سزا کا اندیشہ سا
ہو گیا تھا۔ مگر خداوند تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے مجھ کو اور ہنڈوی کو
کو بچا لیا۔ لیکن وہ سوداگر جس کے پاس ہنڈوی بھیجی گئی تھی اس کا روپیہ وصول
کرکے کلکتہ سے فرار ہو گیا۔ غرض پیشہ تجارت میرے واسطے منظور الٰہی نہ تھا
جب کہ اس تاریخ کے بعد میں نے پھر کبھی نہیں کیا اس بیوی کی وفات کے بعد
میں اور دو برس مجرد رہا مگر ہندوستانی پوچھال امر حالت تجرد میرا قیاس تھا
عورتوں نے بھرا ہوا اور میں اس ٹاپو میں اکیلا تھا۔ بہت سی عورتوں نے مجھ کو
شکار کرنا چاہا مگر محافظت اور صداقت غیبی میرے شامل حال رہی الحمد للہ

Marfat.com

نے مجھ کو ہلاک ہونے نہیں دیا گو میرے عہدہ کے سبب سے رات دن مجھ کو ان وحشیوں کے ساتھ ملنا پڑتا اور طرح طرح کے ایسے سرکاری کام بھی پڑتے کہ وہ اکثر میرے گھر میں بھی آتیں اور میرے پھنسانے کی کوشش بھی کرتیں۔ لیکن جس کو خدا بچاوے اُس کو کون مارے۔ میں نے یہ کیفیت دیکھ کر اپنی بیوی کو پانی پت سے پھر بلانا چاہا۔ مگر اُس وقت وہ راضی نہ ہوئی اور جب ایک دفعہ اس کی رضامندی بھی ہوئی تھی تو میری درخواست حاکم وقت نے نامنظور کردی۔ اس واسطے مجبور ہوکر کسی نیک بخت عورت سے وہیں نکاح کرنے کی صلاح ٹھہری اور اس بات میں درگاہِ الٰہی میں بھی التجا کی گئی۔ کہ اس مقدمہ میں جیسے تجھے پسند ہو پردۂ غیب سے اُسے ظاہر کردے اور کسی نیک بخت سے میرا سنجوگ کرائیو۔ اول بعض دوستوں کی صلاح سے یکے بعد دیگرے دو پنجابی مسلمان عورتوں سے میرے نکاح کی بات چیت شروع ہوئی۔ مگر باوجود رضامندی طرفین اور نہ ہونے کسی ظاہری مانع کے ان دونوں جگہوں کی صلاح خود بخود موقوف ہوگئی اور غیب سے وہ بات درہم برہم ہوگئی اس وقت اس موقوفی کے اسرار ظاہر معلوم نہ ہوتے تھے کیونکہ وہ دونوں عورتیں بارک میں بند رہتی تھیں۔ ان کے چال چلن پر کوئی رائے قائم نہیں ہوسکتی تھی، مگر تھوڑے روز بعد جب وہ دوسرے آدمیوں سے شادی کرکے بارک سے باہر ہوئیں تو پوری فاحشہ اور بدکار نکلیں اُس وقت وہ حکمتِ الٰہی موقوفی میری شادی کی معلوم ہوئی اور اس حفاظتِ غیبی پر میں شکرِ الٰہی بجالایا اس مابین میں کہ میں ایک صالح اور جوان عورت کا متلاشی تھا۔

Marfat.com

باب (۲۴)

دوسری شادی

ایک ہندو عورت قوم برہمن ضلع الموڑہ کی رہنے والی نئی قید ہو کر وہاں پہنچی اور بارک عورات بد وضع ہمارے حوالہ ہوئی۔ میں نے اس کو دیکھا کہ نہایت خوش چلن اور شرمناک عورت ہے۔ مگر بسبب کہ اپنے مذہب دھرم میں متعصب تھی کسی مسلمان عورت کے نزدیک کھڑا ہونا اور کھڑا ہونے تک گوارا نہیں کرتی تھی۔ بارک کی مسلمان عورتیں اس کے تعصب سے تنگ آگئیں۔ میں نے بر سبیل تذکرہ ایک روز اس سے کہا کہ اگر تو مسلمان ہو جاوے تو تیرے واسطے دنیا اور آخرت میں بھلا ہوگا۔ اور آگ دوزخ سے بھی نجات پاوے گی۔ پہلے تو یہ سوال سُن کر اس کو سخت حیرت ہوئی لیکن روز اول سے اس کا مسلمان ہو کر میرے بہت سے بچوں کی والدہ ہونا مقدر ہو چکا تھا اور اسی سبب سے گو وہ برہمنوں کے گھر ایسے ملک کو ہستان میں پیدا ہوئی تھی جہاں اب تک بھی مسلمانوں کا نام و نشان نہیں۔ مگر تو بھی ہمیشہ شرک اور بت پرستی سے بیزار رہتی تھی اور کبھی بھی بتوں کی پوجا میں شریک نہیں ہوئی۔ گو اس بیزاری کا سبب خود اس کو بھی معلوم نہ تھا۔ بلکہ اس کی وضع اور عادت کو دیکھ کر ایک جوتشی برہمن نے اس کی والدہ کو یہ خبر بھی دی تھی کہ یہ لڑکی جلد تم سے جدا ہو جاوے گی۔ ادھر اپریل سنہ ۱۸۶۸ء میں میری

Marfat.com

کشمیرن بیوی فوت ہوئی۔ ادھر الموڑہ کے پہاڑ پر میری اس برہمنی بیوی پر ایک ناگہانی مقدمہ کھڑا ہو کر گرفتار ہو گئی۔ چنانچہ مختصر صورت اس مقدمہ کی یہ ہے کہ ایک لڑکی جو اس میری بیوی کے ساتھ باہر ایک ڈھئے کنوئیں پر کھیل رہی تھی۔ پاؤں پھسل کر کنوئیں میں گر کر سخت مجروح ہو گئی۔ گو اِس ناگہانی آفت میں میری بیوی کا کچھ قصور نہ تھا۔ مگر ان دونوں لڑکیوں کے والدین میں سخت عداوت تھی۔ بوجہ اس عداوت کے ایک مقدمہ اقدام قتل اس بے گناہ پر کھڑا کر دیا گیا وہ زخم بھی چند روز کے بعد اچھا ہو گیا تھا اس سبب سے قانوناً یہ مقدمہ اس لائق نہ تھا کہ اس میں دائم الحبسی کی سزا دی جاوے مگر اس حکیم اور قدیر کو اُس وقت اس بیوی کا پورٹ بلیر پہنچانا اور میری بیوی کرانا منظور تھا۔ تو اس جرم میں گرفتار ہو گئی۔ پہلی ہی شب گرفتاری کو بوقت سحر اُس نے ایک بزرگ نورانی چہرہ بوڑھے مسلمان کو خواب میں دیکھا جس نے اُس کو ایک ٹھوکر مار کر اس سے کہا کہ اُٹھ نماز پڑھ اور دعا کر تیرے واسطے قید ہونا اچھا ہوا۔ اس نے اس سے پہلے ایسی شکل اور ہیئت کا انسان کبھی نہ دیکھا تھا اور نہ لفظ نماز اور دعا کا کبھی سُنا تھا۔ گھبرا کر جاگ اُٹھی اور محافظین جو ایک مسلمان سپاہی تھا اس سے یہ خواب بیان کر کے اس کی تعبیر پوچھی جس نے کہا کہ تو ضرور قید ہو کر مسلمان ہو جاوے گی۔ یہ تعبیر گو اُس وقت اُس کے دل پر نہایت شاق اور غیر ممکن معلوم ہوئی تھی گو بوجہ اُسی قبولیت ازلی اور تعبیر رؤیا حقہ کی اب اس نے آخر میرے کہنے کو قبول کر لیا اور مسلمان ہونے اور مجھ سے شادی کرنے پر راضی ہو گئی۔ اتفاقِ حسنہ سے اُنہیں ایام میں رمضان

Marfat.com

شریف آگیا۔ میں نے ستائیسویں شب رمضان کو ایک بڑا دھوم دھام کا کھانا کرکے اس کو مسلمان بنایا اور جب ارکان اسلام اور نماز وغیرہ خوب سیکھ گئی تو حاکم وقت سے اطلاع کرکے ۱۵ اپریل سنہ ۱۸۷۰ء کو اس سے نکاح کر لیا۔ صدہا آدمی میرے نکاح میں شریک ہوئے تھے اور ہمارے مولانا مولوی احمد اللہ صاحب نے یہ نکاح پڑھا تھا۔ دوسرے دن بڑی دھوم دھام سے اس کا ولیمہ ہوا۔ اس بیوی سے مجھ کو دس بچے پیدا ہوئے جن میں سے آٹھ بچے اس وقت تک زندہ موجود ہیں۔ اور یہی بیوی پورٹ بلیر سے ہند کو میرے ساتھ آئی۔ اور یہ بائیس برس گذشتہ اس نے نہایت بے فاقہ اور قناعت اور عصمت سے بسر کیے۔ اور توحید اور توکل میں بھی یہ بی بی لاثانی ہے۔ فلھم زد فزد۔

باب (۲۵)

دشمن چہ کند چو مہرباں باشد دوست

میں نے پورٹ بلیر میں پہنچ کر چند خطوط اشعار اپنے آرام سے رہنے اور شادی کرنے اور بطور آزاد نوکری تم دو کرنے کے حاجی محمد شفیع صاحب نیاوتی کو وقتاً فوقتاً لکھے تھے اور ان لوگوں کو جو دو میرے بے قصور مسلمانوں کو پھنسا کر بطور نیم رہا شدہ کے ذلت کی جوتیاں کھاتے پھرتے تھے حسرت دلانے کے واسطے اپنی راحت اور تائیدات الٰہی کو خوب الفاظی مبالغہ میں بیان کیا تھا۔

Marfat.com

لیکن کبھی کسی خط کا جواب میرے پاس نہیں آیا۔ مگر اس مابین میں مجھ کو یہ معلوم ہوا۔ کہ کسی نے وہ خطوط بنظر اظہار خیر خواہی سرکار میں پیش کر دیے اور گورنمنٹ ہند تک پہنچ کر اُن پر بہت بحث ہوئی اور سپرنٹنڈنٹ پورٹ بلیر سے کیفیت بھی طلب کی گئی۔ اور قریب تھا کہ اگر فضل الٰہی میرے شامل حال نہ ہوتا اور حکام پورٹ بلیر میرے واسطے بطور وکیل نہ جھگڑتے اور ان مہربانیوں اور رعایتوں کا مجھ سے چھین لینا خلاف فائدہ عام پورٹ بلیر کے نہ ہوتا تو میرے واسطے ہمیشہ سخت مشقت کرنے کا حکم ہو جاتا اور یہ بھی ایک شانِ الٰہی اور تائید غیبی تھی کہ جان لارنس صاحب بہادر گورنر جنرل مجھ جیسے غریب قیدی جس کے وارنٹ میں تاحیات سخت مشقت کرنے کا حکم ہو سخت مشقت کرانا چاہتے اور وہ رب العزت ایسے جھگڑوں پر بھی مجھ کو مشقت سے بچا لیوے ایک یہ امر بھی تائیدِ الٰہی سے تھا کہ جب ہم پورٹ بلیر پہنچے اُس وقت وہاں کے سب حاکم مدراس احاطہ کے تھے۔ بغاوت ۱۸۵۷ء اور وہابیوں سے کچھ بھی واقف نہ تھے اس سبب سے اُن کے سینے بہت صاف از تعصب تھے اُنہوں نے ہمارے ساتھ کچھ تعصب نہیں کیا۔ بلکہ یوجہ خوش چلنی اور عمدہ کارگزاری کے ۱۸۷۰ء تک سب قیدیوں سے زیادہ مہربانیاں اور رعایتیں ہمارے ساتھ ہوتی رہیں۔ لیکن جب اوّل بار ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے نمک مرچ لگا کر ہمارے مقدمہ کو رائی سے پہاڑ اور رسی سے سانپ بنایا اور لکھ دیا کہ وہابی اور باغی دونوں کے ایک ہی معنی ہیں۔ اور پھر بنگال کورکے صاحب لوگ اس جزیرے میں آنے لگے اس وقت تو ہم لوگ

Marfat.com

ایک نشانہ ہوگئے راہ گلی چلتے میں ہماری طرف اشارے ہوا کرتے تھے اور بہت سے صاحب لوگ ہمیشہ اسی گھات میں رہتے کہ کوئی موقع اور قانونی حیلہ پاکر ہم کو تکلیف دیں۔ لیکن جب ایسا حافظ حقیقی کسی کی محافظت کرے تو اس کو کون تکلیف دے سکتا ہے۔ میں نے ہمیشہ دیکھا کہ جب ایک صاحب درپے تکلیف دینے ہمارے کے ہوا تو اس کے مقابل دوسرا صاحب اس سے بھی بڑا ہماری مدد اور اعانت کو کھڑا ہوگیا۔

کرنیل بین صاحب کے عہد میں ایک بڑے یورپین افسر کی تحریک سے میرے اوپر ایک جھوٹا مقدمہ اعانت تمرد بے جا کا دائر کیا گیا اور کرنیل بین صاحب سابے تعصب حاکم مجھ سے ایسا برافروختہ ہوگیا کہ مجھ کو فوراً بذریعہ سمن عدالت میں طلب کر لیا۔ اس وقت میرے بہت دوستوں نے مجھ کو یہ صلاح دی تھی کہ جان بچانے کے واسطے جھوٹ بولنا جائز ہے اس مقدمہ میں اپنی لاعلمی بیان کر کے اپنی جان بچا لو۔ مگر میں نے کہا کہ جو کچھ ہو سو ہو میں تو سچ بولوں گا۔ آخر جب مقدمہ پیش ہوا سب سے اول میں بلایا گیا اور کرنیل صاحب موصوف میرے اظہار لکھنے لگے میں نے صحیح طور پر حرف بحرف بیان کر دیا کہ ہاں میرے سامنے مسٹر ہیوڈ اور سیر مدعا علیہ نے مسمی حمید خاں جمعدار مدعی کی جائداد جہاں جہاں پائی بطور خود ضبط کر کے آپ نیلام اور فروخت کر دی۔ اور اس کا زرثمن آپ کھا گیا میں بوجہ ہونے محرر سٹیشن کے ضرور اس کے ہمراہ تھا۔ میرا اس قدر بیان ہونے پر مسٹر ہیوڈ نے سب روپیہ حمید خاں مدعی کو دلایا۔ اور ہیوڈ مذکور جو

Marfat.com

سو روپیہ ماہوار کا اورسیر تھا نوکری سے موقوف ہو کر ان جزائر سے بدر کیا گیا اور
میں اپنے سچ کی برکت سے صاف بری ہو کر اپنے گھر واپس چلا آیا۔

جنوری سنہ ۱۸۶۹ء میں لفٹنٹ پرائتھرو صاحب جو اس وقت کرنیل اور
قائم مقام کمشنر پورٹ بلیر کے ہیں کالے پانی میں اسسٹنٹ ہو کر آئے۔ اپریل
سنہ ۱۸۷۹ء میں ہماری بقر عید پڑی۔ ایک بیل مول لے کر اپنے دستور کے موافق ہم
نے قربانی کرنا چاہا تھا۔ مگر قربانی کرنے کے وقت ہندوؤں نے بلوہ کر کے وہ بیل
ہم سے چھین لینا چاہا۔ ہمارے ساتھ چند آدمی تھے ہم نے اُن کا غیر واجبی حملہ
سمجھ کر بیل نہیں دیا۔ ہندو حسب عادت خود بڑے جوش و خروش پر تھے۔
ہم نے عین اسی وقت میں کہ جماعت ہنود بیل کی قربانی کے ساتھ ہماری قربانی
کرنے کو ہمارے سر پر مسلح کھڑے تھے۔ بیل کو قربانی کر دیا۔ ہم مسلمان فقط چار
یا پانچ آدمی تھے اور ہندو دو سو نفر سے بھی زیادہ تھے پس ایسی قلیل جماعت کو
بمقابلہ ایسی کثیر اور پر جوش جماعت ہنود کے باز آنا ہی قرین مصلحت تھا مگر مذہبی
جوش اور ادائے فرض نے ہم کو بھی اس فعل کے کرنے پر مجبور کر دیا جب ہندوؤں
کی آنکھ سامنے قربانی کا تمام ہوا تو اس پر بڑا بلوہ اور شور و شر ہوا قریب تھا کہ
دس بیس خون ہو جاویں۔ مگر پولیس اور اورسیر کے جلد پہنچ جانے پر
نوبت کشت و خون کی نہ پہنچی۔

Marfat.com

باب (۲۶)

ہندوؤں کی ناکام چوٹیں

لیکن مقدمہ کچہری میں چلنے لگا گو ہندو بڑے مالدار صاحب اقتدار اور حکام کے منہ چڑھے تھے۔ مگر مرا تھرو صاحب کی کوشش اور دعا سے ہم لوگ بچ گئے جیسے میرے خیالات اور سمجھ اس وقت ہے۔ اگر اس وقت بھی ایسے ہی ہوتے تو بجائے اس بیل کے بکرا قربانی کرتا اور صدہا آدمیوں کے دلوں کو نہ دکھاتا۔

مباش در پے آزار ہرچہ خواہی کن
کہ در شریعت ما غیر ازیں گناہے نیست

اس وقوع قربانی کے بعد حسب عادت خود سب پورٹ بلیر کے ہندو متفق ہو گئے اور یہ صلاح ہوئی کہ چاہیے ہزاروں روپیہ خرچ ہو جاوے۔ مگر محمد جعفر کو سخت سزا کرائی جاوے۔ اس لیے منگا لال ایک میرے ماتحت محرر کو اس بات پر آمادہ کیا کہ جس طرح ہو سکے حساب نقدی اسٹیشن میں تغیر و تبدل کرا کے کوئی مقدمہ غبن اور چوری روپیہ سرکاری کا محمد جعفر پر دائر کرا دیا جائے۔ اسی واسطے بے اطلاع میرے یہ سازش ایک ہندو ریڈر کے ایک حساب نیلام میں جو میری معرفت سے ہوا تھا قریب سوا روپیہ کے غبن میرے اوپر قائم کر دیا اور فارسی اور انگریزی دونوں حسابوں سے

Marfat.com

رقومات تصدیق کرا کے بہت سے گواہ بھی تیار کر لیے گو صاحب ضلع تک در پردہ اس کی رپورٹ ہو گئی تھی مگر مجھ کو ابھی تک اس کارروائی کا کچھ علم نہ تھا۔ آخر ایک روز یک بیک اور سیر نے میرے گھر پر آکر میری کل کتابیں حساب سرکاری کی قید کر لیں۔ اُس وقت مجھ کو معلوم ہوا کہ میرے قتل کا سب سامان طیار ہے دوسرے دن اس کی دریافت و تحقیقات ہونے والی تھی۔ خیر میں نے اس کارروائی سے مطلع ہو کر اپنے رب سے دعا کی اور اور سیر سے جس کے زیر حراست میری کتابیں تھیں سازش کر کے مخفی طور پر ایک گھنٹے کے واسطے اپنی کتابیں واپس لے لیں اور اسی ایک گھنٹے کے اندر وہ کل کارروائی جعلسازی کی جو مہینوں میں تیار ہوئی تھی رفع دفع کر کے میں نے اپنا حساب ٹھیک ٹھیک تیار کر کے کتابیں پھر اور سیر کے حوالے کر دیں۔ دوسرے دن باجلاس پراتھر و صاحب بہادر تحقیقات شروع ہوئی۔ جب حسب نشان دہی مدعیان کتابوں میں میرا حساب دیکھا گیا تو سب ٹھیک تھا سر مو تفاوت نہ نکلا اور چونکہ پراتھر و صاحب نے مقدمہ قربانی سے چند روز پہلے ہم کو بری کیا تھا اُس نے فوراً کہہ دیا کہ یہ مقدمہ محض دروغ اسی مقدمہ قربانی بیل کی عداوت سے ہے۔ مونگا لال میرے ماتحت محرر کو چھ ماہ قید سخت کی سزا دے کر اس ہندو ریٹر کو ایک درجن بیت کی سزا دی اور مجھ کو بری کر دیا۔ ہندو تو مجھ پر ایسے غصہ ہو رہے تھے کہ انہوں نے کورٹ میں کھڑے کھڑے ایک دوسرا الزام چوری مجھ پر قائم کر دیا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ مونگا لال مذکور نے بعد پانے سزا کے ہاتھ باندھ کر پراتھر و صاحب سے عرض کیا کہ کچھ میری عرض

Marfat.com

ہے۔ صاحب نے کہا کہ کیا ہے کہو۔ تب وہ بولا کہ حضور نے جو تختہ ہائے
چوب سُرخ محمد جعفر کو واسطے بنوانے بازار کے دیے تھے۔ اُس نے
اُن تختوں سے اپنے گھر کے دروازے اور تخت پوش و صندوق بنوا لیے
اور بازار میں نہیں لگوائے۔ اگر حضور اسی وقت تکلیف کریں تو میں وہ سب
چیزیں محمد جعفر کے گھر سے پکڑوا دوں۔ جب یہ بیان ہو رہا تھا میں سر
نیچے کیے ہوئے خداوند تعالیٰ سے دعا کرتا تھا کہ اس آفت سے بچا یا الٰہی تیرا
ہی کام ہے۔ کیونکہ جن جن چیزوں کا اس نے نام لیا تھا وہ سب میرے
گھر میں موجود تھیں۔ اور اس وقت اگر حاکم مجھ سے سوال کرتا۔ تو میرے
خیال میں میرے نزدیک سوائے ہاں کے کوئی جواب نہ تھا۔ لیکن اُس مقلب
القلوب کی قدرت کو دیکھیے بعد غور سے سننے اس عرضی اور رپورٹ کے
براتھ صاحب نے خوشی دل سے کہا کہ وہ تختہ ہم نے اس کو دیا ہے۔
تم کو اس میں مخبری کرنے کا کیا اختیار ہے۔ اسی دم اُس کو عدالت سے
باہر نکال دیا۔ اور مجھ سے فرمایا کہ تم گھر جاؤ اور ہوشیار رہو۔

سنہ ۱۸۶۹ء میں ایک رات کو جب کہ میرے گھر میں قریب پانچ
سو روپیہ کے سرکاری روپیہ تنخواہ قیدیاں اسٹیشن بدوہ رکھا ہوا تھا میرے
گھر کی کھڑکی توڑ کر ایک چور میرے مکان میں اندر گھس آیا اور بتی کو جو میرے
پلنگ کے نزدیک جلتی تھی بجھا دیا۔ ایک چھوٹا سا صندوقچہ روپیہ سے
بھرا ہوا میری پائنتی کے پاس رکھا تھا، میں غافل سوتا تھا۔ میرا ایک نوکر
مراد نام دوسری کوٹھڑی میں تھا۔ اس وقت چور کو وہ صندوق اٹھا لیجانے کو

Marfat.com

کوئی چیز مانع نہ تھی لیکن قدرتِ الٰہی سے یک بیک میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے اندھیرا دیکھ کر اور کچھ آہٹ پاکر اپنے نوکر مراد کو بلایا تو چور خالی ہاتھ نامراد ہو کر اسی دم بھاگ گیا اور اس رب العزت نے میری عزت رکھ لی بشرطیکہ چوری ہو جانے اس سرکاری روپیہ کے بظاہر میری سخت خرابی اور بربادی تھی۔

مارچ سنہ ۱۸۷۰ء میں میں نے یک صد پچاس روپیہ کی ایک ہنڈوی از طرف مسٹر روپ اسٹراپ صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بنام منشی غلام نبی صاحب خزانہ کلکتہ پر واسطے منگانے بعض ضروری سامان اپنی شادی کے بھیجنا چاہا تھا اور مال بھی ایک دوسرے سوداگر کے نام سے منگانا تجویز کیا تھا کیونکہ میں ملازم سرکار تھا۔ مجھکو نہ ہنڈوی بھیجنے کا اختیار تھا اور نہ مال منگانے کا۔ یہ سب کارروائی ناجائز مخفی طور پر کی گئی تھی۔ جب میں خط مع ہنڈوی ڈاک میں ڈالا تو ہندو میرے دشمنوں کو بھی اس حال کی کسی ذریعہ سے خبر ہو گئی۔ اُنہوں نے کرنیل مین صاحب چیف کمشنر سے مخبری کر کے فوراً اس خط اور ہنڈوی کو پکڑا دیا اور تجویز ہوئی کہ سوائے ضبطی اس زر ہنڈوی کے مجھ کو سزا بھی ہو گی جب مجھ کو اس گرفتاری خط اور ہنڈوی کی اطلاع ہوئی تو جناب الٰہی میں التجا کر کے پراتھر وصاحب سے جا کر سارا حال بیان کیا۔ اور وہی مقدمہ قربانی اس عداوت کا سبب ظاہر کیا۔ پراتھر وصاحب نے مجھ سے کہا کہ تم کچھ فکر نہ کرو میں کرنیل مین صاحب سے ملاقات کر کے اس کا حال دریافت کروں گا۔ غرض پراتھر وصاحب کرنیل صاحب موصوف کے بنگلے پر گئے اور ان سے ملاقات کر کے میری ہنڈوی اور خط دونوں واپس لے آئے اور مجھ کو لا کر دے دیا۔ اور فرمایا کہ ہندو تمہارے دشمن ہیں تم ہوشیاری سے کام کرو۔

Marfat.com

باب (۲۷)

مولوی محمد حسین صاحب کی تشریف آوری

اگست سنہ ۱۸۶۷ء میں یہ عاجز پھر کچہری صاحب چیف کمشنر بہادر میں جزیرہ ہدو سے بمقام جزیرہ روس کو تبدیل ہوگیا۔ مئی سنہ ۱۸۶۸ء میں جب میں جزیرہ روس میں تھا مولوی محمد حسین صاحب ہم لوگوں کی ملاقات کو ہند سے پورٹ بلیر کو آئے اور ایک مہینہ تک رہ کر پھر اپنے ملک کو واپس تشریف لے گئے۔ ایک دن جب مولوی محمد حسین صاحب بڑے ذوق شوق سے کشتی میں سوار ہو کر جزیرہ روس سے جزیرہ وائپر کو مولوی احمد اللہ صاحب کی ملاقات کے واسطے جا رہے تھے راستہ میں وہ کشتی طوفان میں پڑی اور قریب تھی کہ ڈوب جاوے۔ اس وقت اپنے ڈوبنے سے زیادہ مولوی محمد حسین صاحب کو یہ افسوس تھا کہ مولوی احمد اللہ صاحب کی زیارت بھی نصیب نہ ہوئی لیکن یہ فقط آزمائش الٰہی تھی۔ چند گھڑیوں کے بعد طوفان رفع ہوگیا۔ اور مولوی صاحب موصوف بخیریت تمام جزیرہ پہنچ گئے اور مولوی احمد اللہ صاحب سے ملاقی ہوئے۔ ہماری گرفتاری کے بعد انگریزوں نے مولوی محمد حسین کو بھی پھنسا کر کالے پانی بھیجنا چاہا تھا۔ مگر فضل الٰہی اور حکمت ربانی سے وہ محفوظ رہے لیکن اللہ رب العزت نے اس طرح پر بھی ان کو کالے پانی تک پہنچا کر اور بعض مصائب بحری میں ڈال کر کالے پانی والوں کے اجر میں شریک کر دیا۔

مارچ سنہ ۱۸۶۸ء میں کرنیل مین صاحب چیف کمشنر پنشن پا کر ولایت کو

Marfat.com

گئے اور اکتوبر ۱۸۷۱ء میں جنرل اسٹوارٹ جو اخیر میں جنگی لاٹ ہند کے ہو گئے تھے چیف کمشنر ہو کر انڈمان تشریف لائے۔ اسی صاحب کے عہد میں جب ایما، لارڈ میو صاحب بہادر کے پورٹ بلیر میں بھنڈارہ کا کھانا قیدیوں کے واسطے مقرر ہوا اور لارڈ میو صاحب کا بنایا ہوا وہ قانون بھی جاری ہوا جس سے پورٹ بلیر کی قید ہندوستان اور ولایت کے جیلخانوں سے بھی زیادہ سخت ہو گئی۔

باب (۲۸)

لارڈ میو گورنر جنرل کا قتل

۸ فروری ۱۸۷۲ء کو لارڈ میو صاحب کا قتل بھی اس سپرنٹنڈنٹ کے عہد میں ہوا جس کو بطور ہدیہ مختصر ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔

لارڈ میو صاحب بہادر ۸ فروری ۱۸۷۲ء کو سات بجے کے بعد معہ چار اگنبوٹوں کے جزیرہ انڈمان میں رونق افروز ہوئے۔ صدہا صاحب لوگ اور میم واسطے سیر جزائر ہذا کے لارڈ صاحب کے ساتھ آٹھ بجے کے بعد گورنر صاحب معہ چند ممبران خود جہاز سے اتر کر جزیرہ روس میں جو صدر مقام پورٹ بلیر کا ہے تشریف افروز ہوئے۔ اترتے کے وقت لارڈ صاحب کے واسطے ۲۱ ضرب توپ کی سلامی ہوئی اس وقت ہزاروں مرد عورت آزاد اور قیدی اس نظارے کے واسطے گھاٹ جزیرہ روس پر حاضر تھے۔ لارڈ صاحب بہادر ٹاپو میں اترنے کے ساتھ ہی بازار روس ایلنڈ کی طرف متوجہ ہوئے اور اسکول و بازار و ہسپتال

Marfat.com

وبارک ہائے قیدیاں و بارک ہائے جنگی پلٹن کا ملاحظہ کرکے چیف کمشنر صاحب
انڈمان کے بنگلہ پر تشریف لے گئے اور وہاں ٹفن تناول فرما کر دو گھنٹہ آرام
کرکے گورہ بارک کا ملاحظہ کیا اور پھر اپنے اگنبوٹ کو دیکھتے ہوئے وائپر آئیلنڈ
کو جہاں بدمعاش قیدی جیل میں رہتے ہیں مشرف فرما ہوئے اور بعد ملاحظہ
وائپر کے جزیرہ چاتھم کو واپس آئے۔ جزیرہ چاتھم مابین راہ جزیرہ راس
اور جزیرہ وائپر کے ماؤنٹ ہیریٹ پہاڑ کے قریب واقع ہے۔ چاتھم میں ایک
دخانی آرہ گھر ہے۔ یہاں ایک لال لکڑی کے تختہ کو لارڈ صاحب نے
بہت پسند کیا۔ چاتھم میں پھرتے پھرتے یک بیک لارڈ صاحب کے دل
میں آیا کہ اسی وقت ماؤنٹ ہیریٹ پہاڑ کو بھی ملاحظہ کرنا چاہیے۔ پرائیویٹ
سیکرٹری اور چیف کمشنر صاحب نے بوجہ غیر وقت ہو جانے کے اس دن
ماؤنٹ ہیریٹ کو جانے سے بہت اصرار سے ان کو منع کیا لیکن لارڈ صاحب
نے نہ مانا۔ یوں کہو کہ موت نے ان کو نہ ماننے دیا اور چاتھم سے سوار ہو کر ہوپ ٹاؤن
میں جو زیر پائے کوہ ماؤنٹ ہیریٹ کے آباد ہے پہنچے۔ اس ٹاپو میں شیر علی
نام ایک فریدی قیدی مدت دراز سے ایک چھری واسطے قتل [illegible]
اعلیٰ کے تیار کرکے منتظر بیٹھا تھا۔ جب لارڈ صاحب کی کشتی ہوپ ٹاؤن
میں پہنچی ـــــــ تو شیر علی مذکور اپنی چھری ہمراہ لے کر ان کے پیچھے ہو لیا۔ [illegible] ہوپ ٹاؤن
سے لارڈ صاحب کے ہمراہ تھا۔ مگر راستہ میں کہیں اس کا داؤ نہ چلا اور لارڈ صاحب
بخیریت تمام پہاڑ پر پہنچ گئے۔ اب وقت غروب آفتاب کا آگیا تھا لارڈ
صاحب نے وہاں بیٹھ کر سمندر میں غروب آفتاب کا تماشا دیکھا اور

Marfat.com

کہ ایسا خوب صورت نظارہ میں نے اپنی ساری عمر میں کبھی نہیں دیکھا۔ جب اندھیرا ہو گیا تو مشعلوں کی روشنی میں نیچے اُترنے لگے۔ اس وقت ایک مسلح جماعت پولیس لارڈ صاحب کے چاروں طرف تھی اور چیف کمشنر صاحب اور پرائیویٹ سیکرٹری لارڈ صاحب کے دائیں بائیں بدن سے بدن ملائے ہوئے چلتے تھے اور دوسرے سویلین افسر اُن کے پیچھے پیچھے تھے۔ اترائی میں بھی لارڈ صاحب بخیریت تمام ہوپ ٹون کے گھاٹ تک پہنچ گئے۔ مگر جب گھاٹ پر ایک گاڑی کے نزدیک جو وہاں اُس دن کھڑی تھی پہنچے چیف کمشنر لارڈ صاحب کی اجازت لے کر کسی ضرورت کے واسطے پیچھے ہٹ گئے اور لارڈ صاحب معہ پرائیویٹ سیکرٹری آہستہ آہستہ چلے جاتے تھے اُس وقت اس گاڑی کی آڑ میں ایک آدمی نے مثل شیر کی کود کر لارڈ صاحب کو دو زخم کاری ایک چھری سے ایسے لگائے کہ لڑکھڑا کر لارڈ صاحب سمندر میں جا پڑے۔ اس گڑبڑ میں مشعلیں بھی سب گل ہو گئیں مگر ایک دوسرے قیدی نے جرأت کر کے قاتل کو پکڑ لیا ورنہ وہ اور دو چار کو مارتا۔ لارڈ صاحب کو سمندر سے نکالا اور اُسی گاڑی میں بٹھایا وہ تو ایک دو بات کر کے راہی ملک بقا ہوئے۔ جب قاتل سے پوچھا کہ تم نے یہ کس واسطے کیا اُس نے کہا کہ میں نے خدا کے حکم سے کیا ہے۔ پھر پوچھا کہ تمہارا کوئی شریک ہے تو جواب دیا کہ خدا میرا شریک ہے بعد تحقیقات صابطہ منظوری ہائیکورٹ بنگال کے قاتل کو پھانسی کا حکم ہوا۔ یہ قاتل شیر علی نام ضلع پشاور کا پہاڑی افغان تھا۔ اُس نے کہا کہ ۱۸۶۹ء سے میرا ارادہ تھا کہ کسی بڑے افسر انگریز کو

Marfat.com

کو مار ڈالوں گا۔ اس واسطے چند سال سے میں نے یہ چھرا تیار کر کے رکھا تھا۔ جب ۸ فروری ۱۸۷۲ء کو لارڈ صاحب آئے اور ان کی سلامی ہوئی تو میں نے دوبارہ اس چھرے کو تیز کیا۔ میں تمام دن اس تاک میں کہ کس طرح اس ٹاپو میں پہنچوں جہاں لارڈ صاحب پھرتے ہوئے مجھ کو ملیں۔ مگر مجھ کو وہاں جانے کی رخصت نہ ملی۔ تقدیر شام کے وقت جب میں واپس ہو گیا تھا لارڈ صاحب کو میرے گھر لے آئی۔ میں پہاڑ پر بھی لارڈ صاحب کے ساتھ گیا تھا اور ساتھ ہی واپس آیا مگر جانے اور آنے میں اور پہاڑ کے اوپر کہیں مجھ کو ایسا موقع نہیں ملا۔ تب میں اس گاڑی کی آڑ میں آکر چھپ رہا یہاں سے میری مراد دلی پوری ہو گئی۔ یہ شخص گو ضعیف الجثہ اور پست قد بدرو آدمی تھا۔ مگر بڑا شہ زور اور دلیر آدمی تھا۔ پھانسی پڑنے کے وقت تک وہ کچھ ہراساں نہیں ہوا۔ پھانسی کے اوپر چڑھ کر اس نے بآواز بلند قیدیوں کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ بھائیو میں نے تمہارے دشمن کو مار ڈالا اور تم گواہ رہو کہ میں مسلمان ہوں اور پھر کلمہ پڑھنے لگا اور کلمہ پڑھتے پڑھتے ہی اس کی جان جسم سے پرواز کر گئی۔

یہ واقعہ قتل لارڈ صاحب کا ایک ایسے ادنیٰ قیدی کے ہاتھ سے ہونا ایک نمونہ قدرت الٰہی کا تھا ورنہ کہاں گنگو تیلی اور کہاں راجہ بھوج جب موت آئی تو صدہا محافظ کرچوں والے اور وہ ان گنت مسلح پولیس والے اور وہ بند و بست اور خبرداریاں کچھ کام نہ آئیں وہ جو چاہتا ہے سو کرتا ہے کسی کو اس کی قدرت میں دخل نہیں۔ اس سے ایک مہینہ پہلے ایک

Marfat.com

دوسرے پشاوری افغان نے چیف جسٹس نارمن صاحب کو اسی طرح کلکتہ میں پتھر سے مار ڈالا تھا۔ اب چاہیئے تھا کہ بعد ایسے واقعات وحشت اور عبرت انگیز کے انگریز لوگ پٹھانوں کے دشمن ہو جاتے۔ مگر میں نے دیکھا کہ پہلے سے دو چند پٹھانوں کی خاطرداری صاحب لوگ کرنے لگے۔ اور بجائے افغانوں کے بدنصیب وہابیوں کے اور زیادہ دشمن ہو گئے۔ تو میں نے سمجھا کہ مارنے والے سے ہر کوئی ڈرتا ہے اور غریب پر ہر کوئی شیر ہو جاتا ہے۔ اس سے زیادہ تعجب ہم کو اس وقت ہوا کہ جب بعد اس واقعہ قتل لارڈ صاحب کے پلیٹ صاحب کے کمشنر پولیس کلکتہ اور لالہ ایشری پرشاد ہمارے پرانے دوست جو پہلے ہم غریبوں پر گپ شپ لگا کر یار جن سے ڈپٹی کلکٹر ہو گئے تھے اور چند دوسرے نامی نامی افسر پولیس ہند سے یہ بیڑہ اٹھا کر پورٹ بلیر میں پہنچے کہ ہم اس مقدمہ میں وہابیوں کو ضرور پھنسا دیویں گے۔ مگر فضل الٰہی سے اس وقت پورٹ بلیر میں جنرل اسٹوارٹ صاحب اور پراکٹر صاحب وغیرہ ایسے ہوشیار اور بیدار مغز افسر ہمارے حالات اور چلن اور اس قتل کی کیفیت اور قاتل کے حالات سے بخوبی واقف موجود تھے۔ اس سبب سے اس مرتبہ ایشری پرشاد کا شکار خالی گیا۔ ورنہ اس نے پورٹ بلیر میں پہنچتے ہی مثل سابق جھوٹے گواہ بنانے شروع کر دیے تھے۔ مگر جنرل اسٹوارٹ صاحب نے کہا کہ ہم ان وہابیوں سے بخوبی واقف ہیں اور ایسی ناجائز کارروائی جھوٹی شہادت تیار کرنے کی ہم اپنے علاقہ میں نہ ہونے دیں گے۔ اس سبب سے اس

Marfat.com

رب العزت نے اس ناگہانی آفت سے بھی ہم کو محفوظ رکھا اور جو اصل مجرم تھا سزا پا گیا۔

باب (۲۹)

میں نے انگریزی سیکھ لی

پورٹ بلیر میں پہنچ کر بھی تاوقتیکہ لارڈ میو صاحب [illegible] انگریزی سے واقف نہ تھا [illegible] سنہ ۱۸۷۱ء [illegible] نام [illegible] ایک انگریزی خواں [illegible] ترغیب سے ایک برس کی محنت میں مجھ کو انگریزی [illegible] میں خوب مہارت ہوگئی چونکہ میں صاحب [illegible] اور واقف تھا [illegible] اردو انگریزی وغیرہ [illegible] سا قدرت [illegible] حاصل تھی اور [illegible] کے سقوں کو انگریزی [illegible] ترجمہ [illegible] کے سمجھنے اور ان کے [illegible] ترجمہ [illegible] صحیح کرنے [illegible] سبب سے روز بروز میری [illegible] انگریزی [illegible] چلی اور وہاں [illegible] وقت [illegible] جب قلت کا [illegible] سرکاری [illegible] اپیل نویسی کی بھی ممانعت تھی [illegible] عرضی و اپیل بھی انگریزی زبان میں لکھنے شروع [illegible] تھے جس میں [illegible] ترقی [illegible] ہزاروں روپیہ کا فائدہ مجھ کو ہوا [illegible] دو پیشے یعنی معلمی اور عرائض نویسی تھے جس [illegible] مجھ کو [illegible] ماہوار سے کم [illegible] تھا۔ چونکہ میرے سوا وہاں کوئی [illegible] انگریزی دان [illegible]

Marfat.com

نہ تھا۔ میں نے بڑے سے بڑے اہم مقدمات اہل اسلام میں اُن کو ہمیشہ بڑی بڑی مدد دی اور بڑی بڑی آفتیں اور الزام مسلمانوں پر سے ٹلوا دیے اس علم کے ذریعہ سے میں نے لوگوں کو بہت بڑا نفع پہنچایا جس کو مدت تک وہاں کے لوگ بھول نہ جاویں گے۔ اور جن لوگوں کی بھلائیاں میری انگریزی دانی سے موقوف ہوئیں اور جان بچ گئی وہ تو تا زیست اس احسان کو فراموش نہ کرینگے۔ اور یہ بات بھی ایک بڑے تعجب کی ہے کہ جس دن میری رہائی حکم پہنچکر مشتہر ہوا اُسی دن ملازمان سرکاری کو عرضیوں کا لکھنا بھی قطعی منع ہو گیا جس سے ظاہر ہوا کہ وہ اجازت بھی فضل الٰہی سے مثل دوسرے نعمائے ربی میری ہی ذات کے واسطے تھی۔ اب اگر کوئی ملازم سرکار بھولے سے بھی عرضی لکھ دیوے تو اُسی دن اپنے عہدے سے برخاست ہو جاوے۔ میں نے انگریزی سیکھکر بڑے بڑے کتب خانوں کی سیر کی اور ہر علم و ہنر کی صدہا کتابیں دیکھیں دنیا کی کوئی زبان ایسی نہ ہوگی جس کی صرف نحو انگریزوں نے نہ لکھی ہو اور کوئی ملک ایسا نہ ہوگا جس کی تاریخ نہایت شرح وبسط کے ساتھ انگریزی زبان میں موجود نہ ہو۔ انگریزی زبان علم اور فنون کا گھر ہے۔ جو انگریزی نہیں جانتا وہ بلاشبہ دنیا کے حالات سے بخوبی ماہر نہیں ہے اور بے انگریزی سیکھے پکا دنیا دار و طرار نہیں ہو سکتا اور نہ سوائے اس زبان کے آجکل کوئی آلہ ذکما نے کا ہے مگر جس قدر یہ زبان دنیوی فوائد سے بھری ہوئی ہے اس سے زیادہ دین کے واسطے مضر بلکہ سم قاتل ہے۔ کوئی جوان لڑکا جس نے پہلے قرآن اور حدیث اور سلوک راہ نبوت میں خوب مہارت اور مشق نہ

Marfat.com

کرتے ہو اگر اس زبان کو سیکھ کر میری طرح ہر قسم اور ہر علم کی کتابوں کا مطالعہ
کرے گا۔ ضرور پرلے سرے کا بے خدا آزاد بددین۔ بے ادب ملحد ہو جاوے گا
بلکہ انبیا سے بے دین اور ملحد ہو گا جس کا سنورنا محال کیا بلکہ غیر ممکن ہے۔

باب (۳۰)

مغربی علوم کا ملحدانہ اثر

مگر غلط زبان انگریزی کا سیکھنا آپ کا مضر تر ہوگا۔ صرف کتب لغو
علوم کی جو تعلیم انبیاء کے خلاف ہیں ایک ایسے شخص کو جو اصول مذہب
اسلام سے پوری طرح واقف نہیں ہے۔ ضرور بددین اور ملحد کر دیں گی
اور ایسے شکوک اس کے دل میں پیدا ہو جاویں گے کہ تمام عمر جس کا سنبھلنا محال
ہے اور بوجہ اسی مرض یا موت قلب کے ادائے عبادت اس کی بہت
سست ہو جاوے گا اور گو ظاہر میں وہ دعویٰ اسلام کا رکھے۔ مگر [illegible] دائرہ
اسلام سے اس کا نام خارج ہو جاوے گا۔ اب یا تو خود میری اس [illegible]
سے پہلے میرا ہی حال سن لیجیے کہ اس علم کی بدولت مجھ پر کیا کیا اثر ہوئے
اسی علم کی بدولت میری نماز تہجد جس کا میں بچپن سے عادی تھا یک قلم
چھوٹ گئی تھی۔ رات کو حسب عادت خود میں جاگ پڑتا تھا۔ مگر دو بجے شب
سے فجر تک چارپائی پر بیٹھا رہتا۔ ہرگز ہمت نہ ہوتی کہ اٹھ کر وضو کروں یا
نماز پڑھوں۔ نہ جمعہ میں نہ جماعت میں شامل ہوتا نہ قرآن حدیث پڑھنے

Marfat.com

اور سننے کو راغب ہوتا۔ ہر وقت انگریزی دیکھنے کو دل چاہتا کوئی گھڑی انگریزی کتاب پڑھنے سے خالی نہ رہتا۔ رمضان بھر میں چاہتا کہ تلاوت قرآن مجید کُھول کر پڑھنے کو بھی بیٹھتا مگر پڑھا نہ جاتا۔ زبان پر ثقل ہو جاتا جو دعا میں ہاتھ اُٹھا کر گھنٹوں تک مانگا کرتا تھا اب اس خواب خرگوش میں یہ حالت ہو گئی تھی کہ ہاتھ اُٹھا کر چار کلمہ بھی زبان سے ادا نہ ہوتے تھے ان ایام میں فقط فرض نماز پنجگانہ میں پڑھا کرتا تھا اور اس کا ادا کرنا بھی پہاڑ سے زیادہ سخت تھا اور قریب تھا کہ میں فرض نماز روزہ کو بھی جواب دے دوں اور اس کے چھوڑ دینے اور عبث ہونے کے دلائل بھی شیطان مجھ کو تعلیم کیا کرتا تھا۔ قرآن مجید بقدر تین پارہ کے مجھ کو حفظ یاد تھا۔ اس میں سے فقط اخیر کی چند سورتیں یاد رہ گئی تھیں اور باقی سب بھول گیا تھا۔ صدہا حدیثیں بھی مجھے حفظ یاد تھیں وہ بھی گویا دل سے کسی نے دھو ڈالی تھیں روز بروز ان بُرے عقائد اور زشت اعمال سے دل پر زنگ جمتا چلا جاتا تھا اور یہاں تک میرا دل روگی اور مریض ہو گیا تھا کہ اس پر نزع کی حالت تھی اور قریب تھا کہ دل مردہ ہو جاوے۔ اور طرہ یہ کہ اس حالت میں بھی شیطان ایسی ایسی وجوہات میرے دل پر نقش کیا کرتا تھا کہ میں اپنی اس حالت کو بھی سب سے بہتر جانتا اور سمجھتا تھا کہ فقط اقرار کلمہ لا الٰہ الا اللہ جنت میں جانے کو بس ہے۔ یہ تکالیف شرعی سب بے فائدہ ہیں۔ اور یہ بھی مجھ کو یاد ہے کہ گاہے گاہے انکار حق تعالیٰ جو شیطان کا اصل مطلب ہے وہ بھی مجھ کو القا کیا کرتا تھا۔ اور جب کبھی میں ملحد اور

Marfat.com

دہریوں کے دلائل کو دیکھتا تو خواہ نخواہ دل اُن کو قبول کرنا چاہتا تھا۔ غرضیکہ مجھ میں اور کفر میں فقط چند انگشت کا فرق باقی تھا اور قریب تھا کہ میں اُس میں گر جاؤں اور یہ کیفیت کوئی ایک دو دن نہیں رہی مگر بوجہ [illegible] یا ایک [illegible] کے میں اپنے کو ہلاکت اندر گرا ہوا سمجھ کر یہ دعا بھی اکثر مانگا کرتا تھا کہ اے اللہ مجھ [illegible] مجھ [illegible] کا ہاتھ پکڑ۔ آخر عنایت الٰہی اور تربیت والد نے پھر جوش مارا کہ میں سنہ ۱۸۸[illegible]ء میں [illegible] بیمار [illegible] ایک سخت [illegible] جانکنی [illegible] تھا [illegible] جس [illegible] گیا ڈاکٹروں نے [illegible] تک [illegible] پانچ ہفتہ تک [illegible] ہسپتال [illegible] باقی [illegible] تھا۔ دوست آشنا [illegible] اور اپنی گذشتہ [illegible] مرض سے شفا [illegible] اور قرآن اور حدیث کا مطالعہ کیا کروں گا۔ مجھ کو اس [illegible] کے محسوس ہونے [illegible] گھڑی سے دل کی حالت پلٹ گئی [illegible] دینی [illegible] معلوم ہونے لگے [illegible] قرآن اور حدیث اور دینی [illegible] آپ یاد ہونے لگ گئیں [illegible] اور دعا میں لذت اور عبادت [illegible] پانے لگا [illegible] میں سمجھا کہ یہ بیماری محض میری اصلاح اور تربیت کے واسطے تھی [illegible] ہسپتال سے واپس آ کر میں نے پھر از سر نو حدیث اور تفسیر پڑھنا شروع کی اور تھوڑے سے ہی عرصہ میں میری حالت پہلے سے بھی اچھی ہو گئی۔ پھر میں نے خیال کر کے دیکھا۔ جس قرآن و حدیث کے پڑھنے سے طبیعت گھبراتی تھی اور زبان پر ثقل ہو جاتا تھا

Marfat.com

اور ایک آیت پڑھنا بھی محال اور دشوار تھا وہاب میں دن بھر بیٹھ کر پڑھتا ہوں اور اس کے پڑھنے سے طبیعت کو سرور اور دل کو لذت ہوتی ہے اور وہ دوا جس کے واسطے ہاتھ اٹھانا محال تھا اب گھنٹوں مانگنے سے بھی طبیعت سیر نہیں ہوتی اس سے معلوم ہوا کہ عبادت اور اطاعت کی توفیق دینا بھی اسی کا فضل ہے جس کو چاہے دیوے اور جس کو چاہے نہ دیوے۔

باب (۳۱)

وہابیوں کے خلاف سرکار کا اعلانِ جنگ

جو آگ گرفتاری وہابیان ۱۸۶۳ء میں تھانیسر میں روشن ہوئی تھی اس کو روز بروز ترقی ہوتی گئی۔ خود ہمارے مسلمان اور ہندو بھائی بجائے بجھانے کے اس میں تیل اور تارپین ڈال کر بڑھاتے گئے آخر کو ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے تو ہزاروں من ولایتی بارود اور کروسین آئیل اس میں ڈال دیا اور ہماری سرکار کو یہاں تک بھڑکایا کہ صادق پور پٹنہ کے وہ مکانات جن میں قافلہ کے لوگ ٹھہرا کرتے تھے معہ مکانات سکنی ان قرضی باغیوں کے کھدوا کر پھینکوا دیے مگر اس پر بھی سرکار کا دل ٹھنڈا نہ ہوا ۱۸۷۲ء کے اخیر تک پٹنہ اور بنگال میں سلسلہ گرفتاری بے گناہوں کو جاری رکھا۔ بے چارہ امیر خاں سوداگر حرم اور مولوی تبارک علی وغیرہ بہت سے آدمی پٹنہ میں پکڑ لیے۔ مولوی امیر الدین صاحب کو پٹنہ میں جا کر پکڑا اور ایک بوڑھے اور ضعیف شخص ابراہیم منڈل کو اسلام پور

Marfat.com

میں اور اپنے معمولی اور پڑانے پڑانے گواہوں سے جو چاہا گواہی دلوا کر ہم چاروں
کو کالے پانی کو روانہ کیا اور امیر خاں کی جائداد سے اپنا کل خرچہ پورا کر لیا اگرچہ
اس امیر خاں کو باوجود دائم الحبس کے چار برس بعد گورنمنٹ نے مفت کا
احسان رکھ کر چھوڑ دیا اور جو جائداد منضبطہ سے واپس نہ دیا۔ اگر چار برس
پہلے الزام سے بری ہو کر چھوٹ جاتا تو اپنی جائداد منضبطہ بھی سرکار سے واپس
لے لیتا۔ اس تعصب اور مفت کے احسان کی طرف غور کر کے دیکھیے کہ اگر امیر
خاں مذکور ایسا بھاری مجرم تھا جیسا کہ ملاحظہ مثل مقدمہ سے ثابت ہے تو
ایسے بھاری مجرم کو چار برس بعد کیوں رہا کر دیا اور اگر وہ قصور وار نہیں تھا
جیسا کہ اس کی جلدی رہائی سے ظاہر ہے تو کس واسطے اتنے بھاری الزام
سے اس کو قید کر کے اس کی جائداد ضبط کی تھی۔ ۲ مارچ سنہ ۱۸۷۰ عیسوی میں مولوی
تبارک علی صاحب اور مولوی امیر الدین صاحب بھی ہمارے پاس کالے پانی میں
پہنچے۔ مگر بوجہ اجرائے قانون جدید تخمینہ سات برس یہاں کی محنت مشقت
کی قید کی میعاد پر بفضل الٰہی کچھ عرصہ کے بعد مولوی تبارک علی صاحب پنشن
محرر اور مولوی امیر الدین صاحب معلم مدرسہ مقرر ہو گئے اور فقط دس برس قید
کاٹنے کے بعد مع مولوی فیض بخش اللہ داد رحیم صاحب بہادر ہمارے ہی رہا ہو کر
اپنے اپنے گھر کو واپس آ گئے اور وہ ان کی سختی مشقت قید کی کمی ایام قید
میں پھر اسود کر ہمارے برابر ہو گئے جب دس برس تک بھی یہ سلسلہ گرفتاری
وہابیاں بند نہ ہوا تو میں اپنے بداعمال کو یاد کر کے بہت گڑگڑا کر روتا تھا کہ یا الٰہی اگر
تیرے گھر سے ننگی اور تیری بداعمالیوں کے سبب سے دس برس سے تمام عمر

Marfat.com

میں ہزارہا علماء و شرفا گرفتار پنجۂ مصیبت ہیں۔ اگر تجھ سا منحوس بدبخت نہ پیدا ہوتا یا بچپن ہی میں مرجاتا تو یہ آفت اور مصیبت مسلمانوں پر نہ پڑتی۔ ؎

چو از قومے یکے بے دانشی کرد
نہ کہ را منزلت ماند نہ مہ را

مارچ ۱۸۶۷ء میں اسی جہاز میں مولوی تبارک علی اور مولوی امیر الدین صاحب آئے تھے۔ میاں عبدالغفار کی بی بی اور ان کے دو لڑکے بھی بحکم سرکار کالے پانی میں پہنچے۔ میاں عبدالغفار نے بذریعہ چیف کمشنر پورٹ بلیر کے سرکار سے درخواست کی تھی کہ میری بیوی اور بچے ہند سے بلا دیئے جاویں۔ چنانچہ بذریعہ بنگال گورنمنٹ پر کم اس نے اپنے خرچ سے ایسے یاغی کے جورو اور بچوں کو کالے پانی میں پہنچوا دیا۔ سرکار کا یہ غصہ اور وہابیوں کو دیار دس برس تک دریا پُر د کرتے رہنے سے یہ غرض تھی کہ وہابیوں کا قلع قمع ہند سے کیا جاوے۔ اور ان کا بیج ناس ہوجاوے۔ سو میں نے کالے پانی سے واپس آکر اس کے برعکس دیکھا۔ میری موجودگی ہند کے وقت شاید پنجاب بھر میں دس وہابی عقیدے کے مسلمان بھی موجود نہ تھے۔ اب میں دیکھتا ہوں کہ کوئی گاؤں اور شہر ایسا نہیں ہے کہ جہاں کے مسلمانوں کا کم سے کم چہارم حصہ وہابی معتقد محمد اسمٰعیل کے نہ ہوں۔ یوماً فیوماً یہ فرقہ ایسا بڑھ رہا ہے جیسے ایک وقت پراٹسٹنٹ یک بیک تمام یورپ میں بڑھ گئے تھے۔ اور کوئی عذاب اور شکنجہ کشی اور سولی اور پھانسی اور جلاوطنی اور آگ میں

Marfat.com

زندوں کو جلا دینا اُن کی ترقی کو مانع نہ ہوتا تھا بلکہ تجربوں سے معلوم ہوتا ہے کہ
کسی فرقے کی ترقی کو مانع ہونا دراصل اُس پر تشدد کرنا سبب ہے تو یہ سبب
اُس کی ترقی بدرجہا زیادہ ہونا ہے۔ دور کیوں جاؤ تھوڑے دن کی بات
ہے کہ جب سکھوں کا فرقہ تھا۔ اور اُس کی ترقی شروع ہوئی تو مغلوں نے کس
قدر اُس کے نیست و نابود کرنے کے علاج کیے مگر خدا کے بڑھانے کو کون
روک سکتا ہے۔ آخر وہی سکھ ہیں جنہوں نے پشاور سے دہلی تک مغلوں کی
سلطنت چھین لی اور سو برس تک بڑے جلال اور اقبال سے راج کیا اور
ملک میں ان سو برسوں میں یہی حال [illegible] آزار [illegible]
تعالیٰ کی حکمت یا خدا میں دست اندازی کرنا اپنے کو ہلاک کرنے کا سامان ہے۔

باب (۴۲)

اولاد

۱۲ اپریل ۱۸۶۲ء کو میری بڑی لڑکی پیدا ہوئی۔ اس کے عقیقے کی
بھی بڑی دھوم دھام سے ہوا تھا اور مولوی تبارک علی صاحب اور مولوی محی
الدین صاحب جن کو وفات پائے صرف پندرہ دن ہوئے تھے اس عقیقے میں شامل
تھے۔ اس کے بعد میری دوسری لڑکی پیدا ہوئی۔ مارے محبت کے اس کا نام
میں نے اپنی ہندوستان کی لڑکی کے نام پر رکھا تھا۔ اس کے عقیقے کا جشن
بھی ویسا ہی دھوم دھام سے ہوا۔ اس کے بعد پھر تیسرا بچہ محمد صادق ۲۶ نومبر

Marfat.com

۱۸۷۸ء کو پیدا ہوا اس کا نام بھی میں نے اپنے ہندوستان کے لڑکے کے نام پر رکھا تھا۔ اس لڑکے کی پیدائش کے وقت ایک عجیب اسرار الٰہی جو غالباً میری تسلی کے واسطے تھا ظاہر ہوا جس دن یہ لڑکا کالے پانی میں پیدا ہوا اسی دن بلکہ اُسی وقت میرا بڑا لڑکا محمد صادق پانی پت میں فوت ہو گیا جب اس کی وفات کی خبر مجھ کو پہنچی میں نے اُس کا نعم البدل اس کے ہم نام اپنے پاس دیکھ کر صبر شکر کیا اور اس کی والدہ کو بھی اس کا نعم البدل اور ہم نام مل جانے کی خبر لکھ بھیجی۔ جب میں نے انگریزی سیکھی تو ڈاکٹر ہنٹر صاحب کی کتاب اور انڈین مسلمان کے دیکھنے کا بڑا شوق ہوا بمشکل تمام سات روپیہ قیمت کو کلکتہ سے ایک جلد طبع دوم کی میں نے منگوائی اور اس کا مطالعہ کیا تو ایک مقام پر دیکھا کہ ڈاکٹر صاحب موصوف نے بڑی لمبی چوڑی تمہید باندھ کر لکھا ہے کہ اگر یہ نظر ترحم خسروانہ سرکار کبھی ان وہابیوں کو کالے پانی سے رہائی بھی دیدے تو یہ لوگ اپنی رہائی کو من جانب اللہ جل جلالہ سمجھ کر ہند کو واپس آنے کے بعد بھی اور زیادہ موجب تخریب اور بربادی سلطنت انگریزی کے ہونگے پہلے ہی سے سرکار کا غصہ دیکھ کر ہم رہائی سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے۔ یہ مضمون زہر آمیز دیکھ کر رہی سہی امید بھی جاتی رہی۔ اور اس کے بعد جب گورنمنٹ ہند نے قواعد رہائی قیدیان دائم الحبس بعد انقضائے بیس برس تاریخ قید سے جاری کیے تو اس میں بھی ہمارا مقدمہ رہائی سے مستثنٰے ہو گیا تھا اور ان سب سے بڑھ کر ناامیدی اس وقت ہوئی تھی کہ جب ۱۸۹۱ء میں خود ڈاکٹر ہنٹر صاحب مؤلف کتاب مذکور گورنر جنرل ہند کے صاحب مقرر ہو گئے۔ تب ہم نے جانا کہ جن کی کتاب

Marfat.com

کو ایک دفعہ مطالعہ کر کے بڑے سے بڑا دانا انگریز ساری عمر کے واسطے ہمارا دشمن جانی ہو جاتا ہے۔ تو ان کی موجودگی محکمہ گورنمنٹ میں رہائی کیا نہ معلوم ہم پر اور کیا آفت لاوے گی۔

باب (۳۳)

رہائی کی امیدیں

لیکن بالآخر [illegible] ۱۸۸۰ء سے یہ بات غیب سے دل میں ملہم ہوئی کہ اب میں ضرور رہا ہو کر ہندوستان کو جانے والا ہوں۔ میں نے مولوی انور [illegible] اور حافظ محمد اکبر [illegible] کو خطوط بھی لکھ دیئے تھے کہ میں جلد ہندوستان کو آیا چاہتا ہوں۔

جون ۱۸۸۲ء میں یہ اتفاق [illegible] مسٹر [illegible] پورٹ بلیر کا مقرر [illegible] کو یہاں آگیا اور اپنے عہدہ پر آتے ہی اور نیز [illegible] میجر [illegible] صاحب [illegible] مستند [illegible] ہوا جہاں میں اپنی رہائی اور [illegible] کی تاریخ [illegible] صاحب نے میری اعانت سے پورٹ بلیر کی آئین کی کتاب [illegible] بمنظوری گورنمنٹ کے مشتہر بھی ہوئی۔ اس کا اردو ترجمہ بھی خود میں نے ہی لکھا تھا اور وہ بھی چھپ چکا ہے۔ میری چودہ برس کی عمدہ کارگزاریوں اور جانفشانیوں پر نظر توجہ کر کے اسی صاحب کی تحریک سے بڑی دھوم دھام سے ایک لمبی چوڑی گورنمنٹ ہند کو میری رہائی کی رپورٹ بھی ہوئی تھی۔ اس رپورٹ پر رہائی کیا ہوتی تھی۔ مگر سکرٹری ہوم ڈیپارٹمنٹ اس قدر ناراض ہوا کہ

Marfat.com

کہ تاحیات میری رہائی غیر ممکن ہوگئی اور دوبارہ کسی افسر کو میری رہائی کی رپورٹ کرنے کا حوصلہ باقی نہ رہا ۱۸۸۰ء کے اخیر میں مولوی عبدالفتاح صاحب پسر مولوی عبدالرحیم اپنے والد کی ملاقات کے واسطے پورٹ بلیر میں پہنچے اور کوئی ایک ہفتہ تک وہاں رہ کر پھر ملک ہند کو واپس چلے گئے۔ اس وقت مولوی عبدالرحیم صاحب نے ایک مسودہ عرضی اپنی خاص رہائی کے واسطے لکھوا کر اپنے بیٹے کی معرفت سے ہند کو روانہ کیا تھا کہ جس سے وہاں ایک عرضی اس مسودہ کے موافق اُن کی بیوی کی طرف سے تیار ہوکر حضور گورنر جنرل ہند اپریل ۱۸۸۲ء میں پیش ہوئی جس میں یہ بیان تھا۔ کہ

"میرے شوہر پر دراصل کچھ بھاری قصور ثابت نہ ہوا تھا، اس واسطے بروقت تجویز مقدمہ سشن جج اور نیز چیف کورٹ نے یہ ارشاد کیا تھا کہ بشرط نیک چلنی بعد چودہ برس کے عبدالرحیم کے مقدمہ میں نظر ثانی کی جاوے گی۔ سو اب تو اٹھارہ برس ہوگئے۔ میں نے اُس کی جُدائی میں بہت تکلیف اُٹھائی اور وہ بھی بہت بوڑھا ہوگیا۔ سرکار اب اس کو بعد ملاحظہ مثل کے رہائی بخشے۔"

بعد ملاحظہ اس عرضی کے لارڈ رپن صاحب بہادر نے سوائے طلبی مثل مقدمہ کے پنجاب اور بنگال گورنمنٹ سے رائے بھی طلب کی کہ اگر ان وہابیوں کو رہائی دے جاوے تو کچھ قباحت تو نہیں ہے۔ بعد آنے آرائے لوکل گورنمنٹ کے مقدمہ مذکور تا شروع سال آئندہ کے ملتوی ہوگیا۔ چونکہ یہ عرضی مولوی عبدالرحیم صاحب کے واسطے تھی اور دراصل ان کا قصور بھی نہ تھا فقط فرضی مفسدوں کی

Marfat.com

اولاد تصور ہو کر زبردستی قید کیے گئے تھے اس واسطے ہم لوگوں کو فقط اُن کی رہائی کا انتظار تھا۔ اُس ذریعہ سے اپنی رہائی کا تو مجھ کو گمان بھی نہ تھا ہمارے اخیر وقت میں سب بنگال کورکے صاحب لوگ پورٹ بلیر میں جمع ہو گئے تھے۔ اس سبب سے اُن کو تعصب بھی ہم لوگوں سے زیادہ تھا۔ ۱۸۸۱ء میں بوجہ پیری اور ضعف کے مولوی احمداللہ صاحب جن کی عمر اس وقت اسی سال کے قریب تھی قابل ترحم و شمنان ہو گئے تھے۔ اُنھوں نے اپنی یہ حالت زار دیکھ کر اپنے بیٹے مولوی محمد یقین صاحب سے جو کلکتہ میں مقیم تھے بلا کر ملاقات کرنی چاہی۔ حالانکہ موجب قاعدۂ عام پورٹ بلیر کے یہ ملاقات جائز اور درست تھی اور سیکڑوں بیٹے اپنے باپوں سے آکر مل گئے۔ مگر فقط اس سبب سے کہ احمداللہ وہابی ہے۔ ان کی یہ درخواست نامنظور ہو گئی۔ اس مابین میں متعدد میں نے بھی ایک درخواست کی تھی کہ محمد رشید میرے حقیقی برادر زادہ کو میرے پاس پورٹ بلیر میں آنے کی اجازت بخشی جاوے۔ حالانکہ یہ درخواست بھی ہر طرح قابل منظوری کے تھی۔ مگر فقط اس سبب سے کہ سائل وہابی ہے وہ بھی نامنظور ہو گئی۔

باب (۳۴)

حضرت مولانا احمداللہ صاحب کا انتقال

جب مولوی احمداللہ صاحب نہایت کمزور اور چراغ سحری ہو گئے تو مولوی

Marfat.com

عبدالرحیم صاحب نے ان کی حالت اور کمزوری بیان کر کے حکام کو لکھا کہ میں ان
کا رشتہ دار قریب ہوں۔ وہ پیریں کوئی ان کی خبر گیری کرنے والا نہیں ہے اس
واسطے امیدوار ہوں کہ ان کو ایبرڈین میں میرے گھر پر رہنے کی اجازت بخشی جاوے
یہ درخواست بھی جس کے پڑھنے سے سنگدل کا دل نرم ہو جاوے فقط اس وجہ سے
نامنظور کی گئی کہ احمد اللہ اور عبدالرحیم دونوں وہابی ہیں ان کے ساتھ ایسی رعایت
اور مہربانی نہیں ہو سکتی۔ جب مولوی صاحب موصوف کا حال نہایت پتلا ہوا
اور صاحب لوگوں کے تعصب کا یہ حال تھا تو مولوی عبدالرحیم صاحب نے یہ
اجازت چاہی کہ مجھ کو رات کو وائپر میں ان کے پاس رہنے کی اجازت بخشی جاوے
سو یہ درخواست البتہ بڑی دریافت و بحث کے منظور ہو کر مولوی عبدالرحیم صاحب
کو ۲۰ نومبر کو شام کے وقت ایک تحریری پاس ملا اور اسی رات کو واقعہ
۲۱ نومبر سنہ ۱۸۸۱ء مطابق ۲۸ محرم سنہ ۱۲۹۹ھ شب دوشنبہ کو بوقت ایک
بجے رات کے مولوی صاحب موصوف کی روح اس جسم قید در قید کو چھوڑ کر
فردوس بریں کو پرواز کر گئی۔ مولوی صاحب کی وفات کے وقت عبدالواحد نام
ایک ملازم مولوی صاحب موصوف کا ان کے پاس ہسپتال میں حاضر تھا مرنے
کے وقت مولوی صاحب جو پہلے چند روز سے بالکل بیہوشی میں تھے آنکھ کھول
کر الا اللہ مالک الملک آخری کلمہ فرمایا اور مسرور ہو گئے۔ ۲۱ تاریخ کو بوقت
آٹھ بجے فجر کے مقام ایبرڈین ہم لوگوں کو اطلاع ہوئی ہم سب آدمی بمعہ
بہت سے دوستوں کے نو بجے فجر کے وائپر میں پہنچ گئے۔ میں کچہری ضلع
میں منشی تھا اور بلا اجازت صاحب ضلع کے جا نہیں سکتا تھا اور بوجہ تعصب حکام

Marfat.com

اجازت ملنا محال تھا اور مجھ کو اُن کی تجہیز و تکفین میں شامل ہونا ضرور ہوا اس واسطے
میں بتوکل مولا بلا اجازت وزیر چلا گیا۔ اور ایک عرضی اس مضمون کی بھیجی کہ میں
احمد اللہ صاحب کی تجہیز و تکفین میں شامل ہونے کو جا رہا ہوں۔ آپ کی
میری غیر حاضری معاف فرما دیں۔ ہم نے وہاں پہنچ کر آخری درخواست
حکام انگریزی سے یہ بھی کر دیکھی کہ ہم کو اجازت بخشی جاوے کہ مولوی احمد اللہ صاحب
کی نعش کو ہم زمین میں سے لے کر ان کے سگے بھائی مولوی یحییٰ علی صاحب کی قبر
کے متصل دفن کر دیویں۔ یہ درخواست بھی نا منظور ہوئی۔ تو لاچار بعد غسل و نماز
کے ان کی نعش کو اسی جا گور غریباں واقعہ ٹاپو اس ہیٹ میں جو میرے
تھوڑی دور ہے دفن کر دیا۔

اپنے بیست سالہ تجربات میں میں نے یہ بھی اکثر دیکھا کہ جب کبھی کسی افسر
یا حاکم کی مدد پر میں نے بھروسہ کیا اور خدا کی طرف توجہ نہ رکھی تب میرے رب نے
اسی خیالی معاون کے ہاتھ سے مجھ کو نقصان پہنچوا کر نا امید کر دیا۔ اور جب
میں نے اس خیال سے تائب ہو کر اس ذات وحدہ لا شریک کی طرف رجوع کیا
تو پھر اس غالب زبردست حکمت والے نے میری مدد کی اور اس قسم کی نصرت
بخشی کہ جو لوگ پہلے سے میرے دشمن تھے ان کے دل سے دشمنی نکال کر انہی کو میری مدد
اور پشت پناہ پر کھڑا کر دیا۔ خداوند تعالیٰ کو کسی طرح پسند نہیں ہے کہ بندہ اس
کی طرف سے توجہ کو چھوڑ کر غیر اللہ کی طرف رجوع کرے۔ وہ رب العزت ہمیشہ مجھ
کو مار مار کر اور تنبیہ کر کے شرک سے اپنی طرف رجوع کرتا رہا ہے۔

ستمبر ۱۸۸۲ء میں لاچار ہو کر میری ہندوستان کی بیوی نے پانی پت سے

Marfat.com

مجھ کو لکھا کہ میری بڑی لڑکی جوان ہو گئی۔ تمہاری رہائی کی امید پہ آج تک اُس کی شادی کا ارادہ بھی نہیں کیا تھا۔ اب بظاہر کوئی شکل تمہاری رہائی کی ایسی جلدی نہیں ہے۔ اس واسطے اگر اجازت دو تو کسی جگہ اس کی شادی کا بندوبست کیا جاوے اور اس کار خیر کے واسطے کچھ خرچ ضروری بھی بھیج دو۔ میں نے ۱۴؍ اکتوبر ۱۸۸۲ء کو گویا تاریخ حکم رہائی سے اڑھائی ماہ پہلے بقدر تین سو روپیہ کے نقد اور زیور و پارچہ پانی پت کو بھیج دیا۔ اور اپنی بیوی کو لکھا کہ تم کسی دین دار مسلمان سے اس لڑکی کی شادی کر دو۔

باب (۲۴)

فرمان رہائی

جب میرا بھیجا ہوا اسباب اور خط پانی پت میں پہنچا تو بوجہ میرے نہ شامل ہونے کے اس شادی میں بجائے خوشی کے غم ان لوگوں کو ہو گیا اور میری بیوی اور لڑکی رو رو کر یہ دعائیں کرتی تھیں کہ اے قادر کریم اس کو بھی اس شادی میں شریک کر بظاہر کوئی سامان میری رہائی کا اس وقت نہ تھا۔ مگر اس مستجاب الدعوات نے وہ فریاد ان کی اسی دم قبول کر لی۔ ۳۰؍ دسمبر ۱۸۸۲ء کو بلا عرضی اور درخواست اور بلا کسی سفارش میری رہائی ہو کر مجھ سے پہلے پانی پت میں میری بیوی کو اطلاع ہو گئی۔ اب جو میری رہائی کا زمانہ قریب آیا تو میں ہر اگست میں اپنی رہائی کا منتظر رہتا تھا اور اس ملک کے تحفے تحائف جمع کر کے چلنے کو تیار بیٹھا

Marfat.com

گو بہت سے لوگ جو میرے مقدمہ اور جواب محکمہ گورنری سے واقف تھے میری اس تیاری کو دیکھ کر مجھ پر ہنستے تھے۔ آخر ۲۲ جنوری ۱۸۸۳ء روز دوشنبہ کو مہاراتی نام اگنیوٹ یہ حکم پہنچا کہ جس قدر آدمی بجرم بغاوت وہابی کیس میں قید ہیں سب یک قلم رہا کر کے ہند کو روانہ کر دیے جاویں۔ ان کی و کل گورنمنٹ ان کی سکونت کے واسطے بندوبست معقول کرے گی۔ جب حکم وہاں پہنچا تو میں اور مولوی عبدالرحیم صاحب و میاں عبدالغفار و مولوی تبارک علی و مولوی امیرالدین اور میاں مسعود کل ۲ نفر اس مقدمہ کے وہاں موجود تھے سو سب کی رہائی ہو گئی۔ جب یہ حکم بذریعہ اخباروں کے ہند میں مشہور ہوا تو بوجہ حمیت مذہبی جملہ انجمن و مجلس ہائے اسلام نے اس ترحم خسروانہ لارڈ رپن صاحب بہادر بذریعہ میموریل کے ان کا شکریہ ادا کیا۔ جیسے ہماری گرفتاری پر گھر گھر ماتم واویلا مچ گیا تھا۔ ویسے ہی گھر گھر خوشی اور شکریہ کی مجلسیں منعقد ہوئیں اور لارڈ رپن صاحب کی مداحی اور شکرگزاری سے ہماری زبان اور قلم کبھی قاصر نہ ہوگی جس کی اولوالعزم اور ترحمانہ پالیسی سے ہم کو ہند کا دیکھنا پھر نصیب ہوا۔
اسی عرصہ میں میرے ایک پرانے شاگرد کپتان ٹمپل صاحب نے جو بروقت میری رہائی کے خاص کیمپ انبالہ میں مجسٹریٹ تھے میری رہائی کی خبر پا کر مجھ کو لکھا کہ اگر تم میرے پاس رہنا قبول کرو تو میں گورنمنٹ سے اجازت لے کر تم کو اپنے پاس بلا لوں۔ میں نے اس پیام کو تائید غیبی سمجھ کر فوراً قبول کر لیا۔ تب انھوں نے گورنمنٹ پنجاب سے اجازت حاصل کر کے اور خود میرے ضامن ہو کر کل شرائط نگرانی وغیرہ میرے اوپر سے اٹھوا دیں۔ جب میری رہائی

Marfat.com

کا حکم پورٹ بلیر میں آیا تو میری بیوی خورد دائم الحبس تھی اور اس وقت اس کو فقط چودہ برس قید میں ہوئے تھے اس واسطے اسی اگزیکیوٹیو میں گورنمنٹ کو اطلاع دی گئی کہ جب تک محمد جعفر کی بیوی رہا نہ ہوگی وہ ہندکو نہیں جا سکتا اور اپنی رہائی کا حکم پاکر اسی وقت میں نے بھی گورنمنٹ پنجاب کو لکھا کہ یہاں نہایت عمدہ میرا گھر موجود ہے اور تین سو روپیہ ماہوار کا نوکر ہوں اور ہند میں نہ میرا گھر ہے اور نہ مکان اور غالباً حکام پنجاب میرے وہاں آنے پر مجھ سے ناحق چھیڑ چھاڑ کیا کریں گے اور مجھ کو قیدی سابق سمجھ کر کوئی نوکری وغیرہ بھی نہ دیویں گے اس واسطے میں امیدوار ہوں کہ وقتاً فوقتاً ہند میں جاکر اپنے بال بچوں کو دیکھ آیا کروں گا۔ گو چیف کمشنر صاحب پورٹ بلیر نے بعد اظہار میری نیک چلنی اور عمدہ کارگذاری کے پھر سفارش بھی کی تھی کہ محمد جعفر کے واسطے کسی خاص طور پر سرکار سے انداز مقرر کیا جاوے تب ملک ہندمیں اس کی گذران ہو سکتی ہے لیکن گورنمنٹ پنجاب نے میری اس درخواست کو نامنظور کرکے جبراً مجھ کو اور میرے بال بچہ کو ہند میں بلایا مگر یہ وعدہ کیا کہ یہاں پنجاب میں اس کو نوکری مل سکتی ہے۔

۳ مارچ ۱۸۸۳ء کو مولوی عبدالرحیم و میاں عبدالغفار و مولوی امیرالدین صاحب و مبارک علی روانہ ہند ہوگئے اور بخیریت تمام اپنے اپنے گھر پہنچ گئے۔ اس کے بعد ۲۸ اپریل ۱۸۸۳ء کو میاں مسعود بھی چلے گئے فقط میں اکیلا بانتظار حکم رہائی اپنی بیوی کے رہ گیا۔ یکم مئی ۱۸۸۳ء کو میری بیوی کی رہائی بھی آگئی۔ مگر اس وقت میری بیوی کو چھ مہینے کا حمل تھا اور سمندر میں موسم طوفان کا شروع ہوگیا تھا اس واسطے میں نے تا ماہ نومبر ۱۸۸۳ء مطابق محرم ۱۳۰۱ھ

پورٹ بلیر میں رہنے کی اجازت حاصل کر لی۔ اس حالت میں میں نے اپنے گذارہ اسباب فروخت کرنا شروع کیا، اور اونے پونے پر بیچنے ہوا۔ جو مال کہ نو برس مشقت میں تیار ہوتا جاتا تھا ہو گیا جو بچ رہا میں نے ... سمجھ کر فی سبیل اللہ وقف کر دینا چاہا۔ اور ایک مسجد جو بغیر مرمت کے ٹکا ہوا تھا تھے اس وقت سے بہت خوش ہو گئے۔ مگر میجر برچ صاحب ڈپٹی کمشنر نے ازراہ تعصب کے یہ رپورٹ کر دی کہ یہ شخص وہابی ہے اور یہ ہند بھی وہابیوں کے قبضہ میں رہے گی۔ اس واسطے یہاں مسجد بنانے کی اجازت نہ دی جاوے پس وہی تعصب وہابیت کا اس کار خیر کا مانع ہوا۔

باب

پورٹ بلیر پر مختصر نظر

جیسا کہ میں نے پہلے پورٹ بلیر میں رہنے کا ذکر کیا ہے حالات متعلقہ جغرافیہ و قدیم باشندگان بیان کئے ہیں اس لئے اب میں پہلے پورٹ بلیر کے روانہ ہونے کے ذکر سے پہلے تو ابتدا درجہ عرض و طول مسافت پورٹ بلیر کو ذکر کر کے اس جزیرے سے کوچ کروں۔ یہ جزیرہ مثل دوسرے اضلاع کے ایک مستقل لوکل گورنمنٹ ہے۔ صاحب چیف کمشنر انڈیمان کو اختیار ہے کہ جو ایکٹ چاہیں یہاں جاری کریں اور جس حاکم کو جس قدر چاہیں اختیارات دیوانی یا فوجداری کے عطا کریں۔ یہاں کا چیف کمشنر اس قسمت کا ...

Marfat.com

ہے۔ یہاں کے چیف کمشنر کا حکم ناطق ہے۔ اس کا کچھ اپیل نہیں ہو سکتا صرف مقدمات پھانسی میں گورنر جنرل اجلاس کونسل کی منظوری لی جاتی ہے باقی اور سب امور دیوانی اور فوجداری میں یہاں کا چیف کمشنر ہائی کورٹ بھی ہے یہاں سے کوئی جہاز یا مسافر یا کوئی مال و اسباب بلا اجازت صاحب موصوف کے اس ٹاپو سے جا سکتا ہے۔ یہاں کا چیف کمشنر صدر مقام روس میں رہتا ہے۔ اس کی تنخواہ تین ہزار روپیہ ماہوار ہے۔ یہ قسمت دو ضلعوں میں تقسیم ہے۔ ایک ضلع جنوبی میں جس کا صدر مقام ابرڈین ہے۔ دوسرا شمالی جس کا صدر مقام چاتام ہے۔ دونوں صاحب ضلعوں کے ماتحت بہت سے اسسٹنٹ اور اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کام کرتے ہیں۔ اس سٹلمنٹ کے دستور العمل اور قواعد ابتدا ۱۸۵۸ء سے اب تک وقتاً فوقتاً بہت بدلتے رہے ہیں اور ہمیشہ رو بترقی درجہ میں اور ہر کہ آمد عمارت نو ساخت مزید کردیہ یہاں خوب عمل ہوتا ہے۔ یہاں قریب دو ہزار قیدی کے سالانہ ہند سے نئے قید ہو کر آتے ہیں اور اس وقت قریب چودہ ہزار قیدی کے یہاں موجود ہیں۔ جہاز سے اترنے کے بعد ایک مہینہ بعد ان کی بیڑی کٹ جاتی ہے۔ یہاں کوئی جیل نہیں ہے۔ بارکوں میں یہ قیدی ماتحت قیدی افسروں کے رہتے ہیں۔ دن میں مثل جیل ہائے ہند قیدی سخت مشقت کرتے ہیں۔ دو وقت ان کو پختہ کھانا ملتا ہے۔ رات کو انہیں بارکوں میں سو رہتے ہیں۔ ان بارکوں کی حفاظت پر سوائے قیدی افسروں کے اور کوئی پولیس یا جنگی پلٹن نہیں ہے۔ غرض قیدیوں کی حفاظت اور نگرانی اور ان کو کام پر تقسیم کرنا اور ان سے کام کروانا یہ سب

Marfat.com

پرانے قیدی افسروں کے سپرد ہے جو سر پر لال دوپٹہ اور گلے میں چپڑاس ڈال کر رہتے ہیں اور حسب مدارج اپنے عہدوں کے سوا خوراک کی نقد تنخواہ بھی سرکار سے پاتے ہیں۔ ان نئے قیدیوں کو بھی بشرط نیک چلنی تین چار برس کے بعد کسی قدر نقد تنخواہ ملنے لگ جاتی ہے اور بعد تنخواہ پانے کے یہ نئے قیدی بھی پٹے والے افسر مقرر ہو جاتے ہیں۔ دس برس نیک چلن رہنے کے بعد ہر ایک مرد قیدی مستحق ٹکٹ پانے کا ہو جاتا ہے اور ٹکٹ یہ ہے کہ قیدی آزاد ہو کر بارک سے نکل جاتا ہے۔ اور شہر اور بستیوں میں رہ کر جو چاہے پیشہ کرے اور کھاوے کماوے۔ قریب پچاس ساٹھ کے قیدیوں کی بستیاں آباد ہیں جن میں قیدی ہی نمبردار اور چوکیدار وغیرہ ہیں۔ جو لوگ کھیتی کرنے کا ٹکٹ لیتے ہیں اُن کو گاؤں میں تو تھوڑی زمین بلا لگان دو برس کے مفت سرکار سے مل جاتی ہے اور تین برس تک محصول معاف رہتا ہے اور کبھی کبھی کچھ تقاوی اور بیل اور خوراک سے بھی سرکار مدد دیتی ہے۔ جو حلوائی یا نانبائی یا نائی وغیرہ پیشوں کے ٹکٹ لیتے ہیں اُن کو بھی کبھی کبھی کچھ مدد ملتی ہے۔ اس ٹکٹ پانے کے بعد قیدی آزاد ہو جاتا ہے۔ جو چاہے سو کرے۔ جو عورتیں قید ہو کر آتی ہیں وہ ایک علیحدہ جزیرہ میں ماتحت قیدی عورات افسروں کے بارک میں رہتی ہیں۔ حتی المقدور جب تک وے بارک میں رہتی ہیں زناکاری کی پوری پوری روک رہتی ہے۔ عورتوں کو بھی اپنی بارک کے اندر سینا پرونا سلائی وغیرہ کی مشق کرنی ہوتی ہے۔ عورتوں کو پانچ برس کے بعد ٹکٹ آزادی کا مل جاتا ہے لیکن جوان عورتیں

Marfat.com

جب تک شادی نہ کرلیویں ٹکٹ پاکر اپنی بارک سے باہر نہیں جانے پاتیں بعد انقضائے پانچ برس مدت قید کے عورت کو اختیار ہے جس مرد سے چاہے شادی کرلیوے۔ مردوں میں واسطے ٹکٹ والوں کے مشقتی بارک باش قیدی شادی نہیں کر سکتے۔ جس مرد کو شادی کرنا منظور ہوتا ہے وہ عورتوں کے ٹاپو میں جاکر کسی عورت کو پسند کرکے کچھ اُن کو دے دلا کر راضی کرلیتا ہے اور جب میاں بیوی راضی ہو جاتے ہیں۔ تو اُن کو ایک اقرار نامہ اپنی رضامندی اور محبت و موافقت سے مل کر رہنے کا روبروئے صاحب کمشنر بہادر کے لکھ دینا پڑتا ہے اس کے بعد بیوی میاں کے گھر چلی آتی ہے۔ ٹکٹ والے قیدی ملک سے اپنے بال بچوں کو بھی بلا سکتے ہیں۔ جب کوئی قیدی بیس برس تک نیک چلن رہے تو پھر اس کی رہائی بھی ہو جاتی ہے اور اس کو بعد رہائی کے اختیار ہے چاہے اس ملک میں رہے چاہے اپنے وطن اور زاد و بوم کو چلا آوے۔ بعد ٹکٹ پانے کے قیدیوں کو اختیار ہے کہ اپنی کمائی حلال سے چاہیں لاکھوں روپیہ جمع کرلیویں۔ مگر ٹکٹ سے پہلے بلا اطلاع و اجازت حکام وہ کچھ اپنے پاس رکھ سکتا ہے اور نہ کسی دوسرے کے پاس جمع کر سکتا ہے۔

قیدی جب تک بارک میں رہ کر مشقت کرتے ہیں ایک برس یا تین مہینے میں ایک خط اپنے گھر کو بھیج سکتے ہیں اور ایک خط آمدہ ہند پا سکتے ہیں مگر ٹکٹ والے ہر مہینے میں ایک خط بھیج سکتے ہیں۔

پورٹ بلیر ایک ایسی جگہ ہے جہاں چینیا۔ برہما۔ ملائی سنگلی جنگلی نکوباری

Marfat.com

کشمیری۔ پشتونی۔ ایرانی۔ مکرانی۔ عربی۔ حبشی۔ پارسی۔ پرتگیز۔ امریکن۔ انگریز۔ ڈچ
فرنچ وغیرہ اور ہندوستان کے سب ضلعوں اور شہروں سے آدمی مثلاً بھوٹیا
نیپالی۔ پنجابی۔ سندھی۔ گجراتی۔ دیس والے۔ ہندوستانی۔ اہل پورب۔
آرائی۔ تیلی۔ بند۔ ملکھنڈی۔ اوڑیا۔ تلنگی۔ مرہٹے۔ کرناٹکی۔ مدراسی۔ ملیالم
گونڈ۔ کھیل۔ بنگالی۔ گوال۔ سنتھال وغیرہ سب موجود ہیں۔ جب یہ لوگ
آپس میں مل کر بیٹھتے ہیں تو اپنی اپنی زبان میں بات چیت کرتے ہیں۔ مگر
بازار اور شہریوں کی زبان یہاں بھی ہندوستانی ہے۔ ہر ملک کا آدمی جو
اگر یہاں ہے آپ ہندوستانی زبان سیکھ لیتا ہے کیونکہ بغیر اس زبان کے
جانے یہاں آدمی کا گذارہ نہیں ہو سکتا۔ میرے خیال میں روئے زمین پر
کوئی دوسرا مقام ایسی مختلف قوموں سے آباد نہ ہوگا۔ قریب چالیس مختلف
قوموں کے ایک دوسرے کی زبان نہ سمجھنے والے یہاں موجود ہیں۔ شاید ہی
سے یہاں ایک ایسا مجمع ہوا ہے۔ شاید ہی کسی روئے زمین پر ایسا مجمع
نہیں۔ مجمع ہوا ہوگا جیسے کوئی بنگالی مرد اور مدراسی عورت یا بھوٹیا مرد اور
پنجابی عورت وعلیٰ ہذا القیاس آپس میں شادی کرتے ہیں اور میاں بیوی کی
اور بیوی میاں کی بات نہیں سمجھتے اور ہر وقت تکرار اور لڑائی باہمی ہے
دونوں اپنی اپنی زبان میں ایک دوسرے کو گالی دیتے ہیں اور فریق ثانی کچھ
نہیں سمجھتا تو عجیب کیفیت ہوتی ہے۔ یہاں جب کسی تقریب شادی پر
دعوت اور نیوتہ ہو کر ملک ملک کی عورتیں جمع ہو کر اپنی اپنی بولی میں گاتی
اور اپنی وضع پر ناچتی کودتی اور اپنے اپنے ملک کا لباس پہنتی ہیں تو وہ تماشا

Marfat.com

بھی قابل دید ہے۔

یہاں قوم کی پابندی جو ہندوستان کی پرانی بیماری ہے یک قلم ترک ہوئی۔ مسلمان مرد خواہ کسی ذات کا ہو ہر مسلمان عورت سے بلا روک ٹوک شادی کر لیتا ہے۔ اسی طرح ہندوؤں میں بھی ہندو ہونا کافی وافی ہے ایک ذات کا ہونا ضروری نہیں ہے۔ برہمنوں کے گھروں میں پاسنیں اور جاٹوں کے گھروں میں برہمنیاں موجود ہیں۔ یہاں ٹھگ وہ ٹھگ ہیں کہ دل کو ٹھگ لیویں اور چور وہ چور ہیں کہ آنکھوں کا کاجل چرا لیں۔ یہاں شعبدہ باز بازیگر بہروپیے۔ بھنڈیلیے۔ نقال۔ ہیجڑے۔ نٹ۔ طوائف۔ میراسی۔ گویّے۔ قوال اور ہر فن کے نیک و بدمعاش سب موجود ہیں۔ یہاں اچھے اور نیکوں کا بھی یہ حال ہے کہ کوئی ٹاپو مولوی اور پنڈت اور درویش و بھائی جی وغیرہ سے خالی نہیں ہے۔ یہاں مدراسی اور بنگالی سوکھی مچھلی بھی بڑے مزے سے کھاتے ہیں۔ اس سوکھی مچھلی کو جس میں سڑے ہوئے چمڑے کی سی بو ہوتی ہے عمدہ عمدہ گوشت پر یہ لوگ سبقت دیتے ہیں۔ برہما اور چینیا پتی بھی کھاتے ہیں۔ مچھلیوں کو پیپوں میں بھر کر سڑانے سے جب اُن میں کیڑے پڑ جاتے ہیں تو اُن کیڑوں اور سڑی مچھلیوں کو کوٹ کر پتی بنتی ہے۔ اور اس میں ایسی بدبو ہوتی ہے کہ ہم لوگ ہوا کے رُخ ایک میل تک بھی اس کی بدبو سہار نہیں سکتے۔ مگر برہما اور چینا اس کو بجائے گرم مصالح کے ہر عمدہ کھانے پر بُرا بُرا کر بڑے شوق سے کھاتے ہیں۔ جب ان کو پتی مل گئی تو گویا دنیا کی نعمت مل گئی۔ یہاں کسی طوائف یا کسبی کی عام دکان نہیں ہے۔ مگر اکثر

Marfat.com

عورتیں ایسی بے حیا اور فاحشہ ہیں کہ کسبیوں کو اُن سے شرم آتی ہے ۔

بعد تجربہ کے مجھ کو یہ بات معلوم ہوئی کہ اپنی اپنی وضع اور بولی اور لباس و خوراک ہر کسی کو پسند ہے ۔ جنگلی اپنے جنگل میں رہنے اور ننگ دھڑنگ پھرنے اور کیڑے مکوڑے کھانے کو ہماری قبا اور دوشالوں اور پلاؤ اور قلیہ پر سبقت دیتے ہیں ۔ ہمارے کھانوں سے اُن کو قے لگتی ہے ہمارے کپڑے پہننے سے اُن کو ایسی تکلیف ہوتی ہے جیسے ہم کو ننگا رہنے سے ۔ برہما چینا ہمارے گھی کے پکوان کو دیکھ کر اپنی ناک بند کر لیتے ہیں ۔ ہمارے قلیے اور قورمے اور پلاؤ کے بھنگار سے عربوں کا دماغ پراگندہ ہو جاتا ہے ۔ انگریز لوگ ہمارے عطر کو نہیں سونگھ سکتے ۔ غرض بچپن سے زبان اور ناک جس چیز کا عادی ہو گیا ہے وہی اُس کو پسند ہے ۔

باب (۳۷)

سوادِ ہند کو روانگی

جب میں ۹ ماہ نومبر ۱۸۸۳ء کو سوار ہونے کو تھا تو اُس وقت میں نے ایک عام دعوت کر کے اپنے سب دوستوں کو مدعو کیا تھا ۔ اس دعوت کی فہرست . . . . کی پیشانی پر لکھا تھا کہ یہ خاکسار بعد ایک قیام اٹھارہ برس کے بظاہر ہمیشہ کے واسطے ہندوستان کو جانے والا ہے امید ہے کہ آج میرے کل عنایت فرما جن کے نام نامی درج ذیل ہیں قدم

Marfat.com

رنجہ فرما کر خاکسار کے ساتھ آخری ما حضر تناول فرما کر مشکور و ممنون فرما دیں گے جس کسی کو یہ دعوت پہنچی بلا عذر دوڑا چلا آیا۔ یہ دعوت میرے گھر میں میرے سوار ہونے سے فقط ایک گھنٹہ پہلے دوپہر کے وقت ہوئی تھی۔ میری جُدائی سے حاضرین کے مُنہ پر رودِ اشک جاری تھیں۔ ہر چند بہت لوگوں نے اس جلسہ مفارقت میں کچھ سپیچ (تقریر) کرنا چاہا۔ مگر دو لفظ کہنے کے بعد ہر کسی کی ہچکی بندھ جاتی تھی۔ میں خود بھی جو ایک تقریر طویل نصیحت آمیز کرنے کو تھا ایک لفظ بھی ادا نہیں کر سکا۔ اور دل کی دل ہی میں رہ گئی۔

اس دن اتفاق سے جمعہ تھا۔ بعد تناول طعام مولوی لیاقت علی صاحب کے ساتھ جمعہ کی نماز جمعہ پڑھ کر گاڑیاں تیار کھڑی تھیں۔ میں معہ لواحقین خود سوار ہو کر جزیرہ روس کو چلا آیا وہاں میرے ہمراہ بھی عہدہ دار مع عورت مجھے رخصت کرنے کو آئے تھے جب بوقت چار بجے شام کے میں معہ لواحقین خود مقام جزیرہ روس سے کشتی پر سوار ہو کر اکنبد ٹ کو چلا تو یتیما خلقت خوشی اور رنج سے زار زار روتی تھی۔ اس وقت میرے ساتھ ایک میری بیوی اور آٹھ بچے معہ میرے کل دس نفر تھے اور قریب آٹھ ہزار روپیہ کے میرے قبضہ میں جائداد تھی۔ اس وقت میں اپنی اس حالت کو کہ جب میں ۱۱ جنوری سنہ ۱۹۶۶ء کو اسی گھاٹ میں ایک لنگوٹی باندھ کر تن تنہا جہاز سے اُترا تھا اور اب الٰہی رنج اور محن کی جگہ سے معہ دس نفر اور آٹھ ہزار کی جائداد کے واپس جاتا ہوں یاد کر کے قدرتِ خُدا پر تعجب کرتا تھا کہ حکام دنیا نے مجھ کو بے خانماں کر کے سخت سزا کے واسطے یہاں بھیجا تھا مگر اُس حاکم

حقیقی نے کہ در اصل جس کے ہاتھ میں ساری دنیا اور مافیہا کا انتظام ہے دشمنوں
کے ہاتھ سے میرے ساتھ کیسے سلوک کرائے اور مجھ ایک فرد واحد سے [illegible]
میرے اہل بیت کے [illegible] اعزاز و اکرام سے مجھ کو واپس بلایا اور
چونکہ یہ جہاز جس پر میں سوار ہونے کو تھا اُسی جگہ کھڑا تھا جہاں وہ جہاز
جو مجھ کو لے کر آیا تھا کھڑا ہوا تھا اور اس دن صبح کے وقت میں اس جہاز سے
اُترا تھا اور آج شام کے وقت مہارانی گورنمنٹ پر سوار ہونا تھا اس لیے
مجھ کو [illegible] یہیں تک اس جزیرے میں رہنے کا [illegible] خیال معدوم
ہوتا تھا اور ایسا خیال ہوتا تھا کہ میں آج صبح کو جہاز سے اترا تھا اور
آج ہی سوار ہو گیا۔ میں نے اپنے چلنے سے پندرہ روز پہلے بقدر راہ خرچ کے
اپنے پاس رکھ کر باقی کل نقدی جو کچھ اس وقت میرے پاس موجود تھے
سب سامان خوشی اپنی دونوں بیلیوں پر تقسیم کر دیا [illegible]
اور آپ اس دولت دنیا سے بالکل خالی ہو گیا۔ اب میری ذاتی جائداد
سوائے چند کتابوں اور چند جوڑے کپڑوں [illegible] کے کچھ نہیں [illegible] جس قدر
نقد و جنس و زیور وغیرہ [illegible] کے قبضہ میں ہے وہ انہیں کا مال
ہے۔ دوسری جو بات کا اس [illegible] ذکر نہیں [illegible] قریب [illegible]
نے گورنمنٹ مہارانی نام پر سوار ہو کر ایک [illegible] اپنا [illegible] ہم لوگوں کے
سوا اس جہاز میں اور بھی بہت سے [illegible] والی [illegible] اور مرد اور نیز بہت سے
مسافر یورپین اور ہندوستانی سوار تھے [illegible] نہایت عمدہ اور سمندر بالکل
قریب ٹھنڈا تھا موج اور تلاطم کا نام تک نہ تھا اس دن محرم کی بھی دسویں تاریخ

Marfat.com

اور صدی چودھویں شروع ہوگئی تھی۔ بوقت غروب آفتاب کے جہاز کا لنگر
اُٹھایا گیا اور ہم لوگوں نے چشم پُرآب ایک کے بعد ایک جزائر انڈمان کو
خیرباد کہہ کر پیچھے چھوڑنا شروع کیا۔ اب رات ہوگئی تھی چاندنی رات میں سمندر
کی لہروں کی کیفیت بڑی آب دکھلا رہی تھی۔ دوسرے دن ہمارا جہاز جزیرہ کوکو میں
پہنچا۔ دو روز چلنے کے بعد کسی قدر پانی بھی برسا جس سے مسافروں کو کچھ تکلیف
ہوئی۔ مگر جب جہاز تھوڑا آگے بڑھ گیا تو تکلیف رفع ہوگئی اور پانی بھی بند ہوگیا
علی رضا نام ایک مشہور تاجر نے اس جہاز پر ہماری بڑی خاطر تواضع کی۔ دونوں
وقت عمدہ کھانا گوشت مچھلی، چاء۔ کافی۔ برف اور قسم قسم کے میوے اور
مٹھائیاں ہمارے واسطے ہر دم موجود رہتی تھیں۔ بڑے آرام و راحت سے
یہ سفر کٹا۔ جس وقت مارے برسات کے سب مسافر پانی میں تربتر کانپ رہے
تھے۔ اس وقت نورالدین نام ایک رہائی والے کی عورت کو درد زہ شروع
ہوا۔ اور اس حالت میں کہ زچہ پانی میں شور بور کانپ رہی تھی اُس کو پلوٹھا بچہ
پیدا ہوا اور وہ وہاں اچھوانی کہاں اس دن مشکل سے زچہ کو دال بھات ملا ہوگا
مگر اس کو یا اس کے بچہ کو کچھ مرض ہوا نہ بیماری دونوں تندرست تھے اور جب
جہاز کلکتہ میں جاکر لنگر انداز ہوا اس بچہ نوزائیدہ کی عمر صرف دو دن کی ہوگی
اس کی والدہ معہ اپنے بچہ کے دندناتی ہوئی جہاز سے اُتری۔ اور پھر کلکتہ سے
اُس کے مرد نے ایک ٹکٹ سیدھا لاہور تک کا لیا۔ اسی حالت میں زچہ
خوش و خرم روانہ ہوگئی۔ اور بچہ کا نام بوجہ سمندر میں پیدا ہونے کے سمندر ہی
رکھا گیا تھا۔ خیر بفضل الٰہی ہم چار دن اور چار رات کے سفر کے بعد ۱۲ نومبر

Marfat.com

سنہ ۱۸۸۳ء مطابق ۱۴ محرم سنہ ۱۳۰۱ھ داخلِ کلکتہ ہوئے اور وہاں چنیا پاڑہ میں جاکر مولوی عبدالرؤف صاحب برادر مولوی عبدالرحیم صاحب کے مکان میں رہ کر تیسری شب کو بوقت ۹ بجے رات کے ہم لبسواری ریل کلکتہ سے ہند کو روانہ ہو گئے اور کلکتہ سے الہ آباد اور وہاں سے کانپور کانپور سے علی گڈھ اور علی گڈھ سے سہارنپور اور وہاں سے انبالہ تک منزل در منزل ٹکٹ لیتے ہوئے ۲۱ نومبر سنہ ۱۸۸۳ء کو بوقت ۹ بجے شب کے اسٹیشن کیمپ انبالہ پہنچ گئے کلکتہ سے دو سپاہی ایک نائیک ہمارے اہل وعیال اور مال کی حفاظت کے واسطے بطور اردلی انبالہ تک ہمارے ساتھ آئے تھے۔ انڈمان میں بارہ مہینے موسم معتدل رہنے کے سبب سے میرے بال بچوں نے اس سے پہلے کبھی جاڑا گرمی نہ دیکھا تھا۔ اسی واسطے آخر نومبر میں کلکتہ سے آگے بڑھ کر ان کو کسی قدر سردی سے تکلیف بھی ہوگئی۔ مگر جس جس قدر موسم سرما اور برسات کا قریب ہوتا گیا اسی قدر ان کی طبیعت بھی اس کی عادی ہوتی گئی۔ بیس برس کے بعد اس زندان نفس اولادِ آدم سے ہر موسم میں جگہ بہ جگہ کا ہوا پانی اور طرح بہ طرح کے موسمی میوے وغیرہ سے میرے بال بچوں کی طبیعت نہایت شاداں اور فرحاں تھی۔ اسی سبب سے پورٹ بلیر سے انبالہ تک دن عید اور رات شب برات کی کیفیت رہی ایک دن وہ تھا کہ ہم ۲۲ فروری سنہ ۱۸۶۵ء کو جیل انبالہ سے زیور آہنی و جوگیانہ لباس و گلیم سیاہ سے آراستہ پیراستہ ہوکر زیر حراست پولیس انبالہ سے مغرب کو روانہ ہوئے تھے اور بڑے مصائب کھینچتے ہوئے ۱۱ جنوری سنہ ۱۸۶۶ء کو گیارہ ماہ بعد تاریخ روانگی

Marfat.com

انبالہ سے کالے پانی میں داخل ہوئے تھے اور یا یہ دن ہوا کہ ہم بڑی آسائش سے دریائی سفر کو طے کر کے کلکتہ میں پہنچے اور وہاں سے ایک خاص درجہ ریل میں بلا شرکت احدے سوار ہوتے ہوئے دس آدمیوں کے عیال اور نقد و جنس کو ساتھ لے کر مثل نوابوں کے عمدہ سلطانی بانات کا لباس پہنے ہوئے پورٹ سے چل کر گیارہویں دن مشرق سے آکر داخل انبالہ ہوئے۔ میری اس کیفیت اور شان اور اولاد اور مال و منال کو دیکھ کر خلقت کو تعجب اور متعصبوں کو افسوس اور میرے ہوا خواہوں کو خوشی تھی اور راہ میں بھی جہاں جہاں میں اترتا ہر شہر کے مسلمان میرا نام سن کر میری ملاقات کو دوڑے چلے آتے اور میری کیفیت کو دیکھ کر یہ کہتے تھے کہ اللہ جل جلالہ بڑا قادر ہے وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ راہ میں یا انبالہ میں جو جو آدمی میرے مقدمہ اور حالات سے واقف تھے وہ سب یہی کہتے تھے۔ کہ تیرا اس ملک میں اس شان سے آنا مُردے کے زندہ ہونے سے کم نہیں ہے جو اس کرامت کو دیکھ کر خدا تعالیٰ کی قدرت پر ایمان نہ لاوے البتہ وہ دل اور آنکھ دونوں کا اندھا ہے۔ ذرا غور تو کیجیے کہ یہاں میری ایک بیوی چھوٹی تھی کالے پانی میں مجھ کو دو بیویاں عنایت ہوئیں۔ یہاں میرے دو بچے چھوٹے تھے، وہاں آٹھ بچے مرحمت ہوئے اور سامان اور سب اسباب نقد و جنس ہر ایک چیز کا تمام بتمام نعم البدل اس قید خانہ میں دے کر مجھ کو واپس لے آیا جیسے کہ ایوب علیہ السلام کے مقدمہ میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے

واتینٰہ اھلہ ومثلھم معھم رحمۃ من عندنا وذکرٰی للعابدین

دیا ہم نے اس کو کنبہ اس کا اور زیادہ دیے اس کو اس کنبے کے ساتھ مثل اس کی

Marfat.com

یہ ایک رحمت تھی ہماری طرف سے اور ایک نصیحت تھی واسطے عابدوں کے"
یہ آیت میرے حق میں بھی از سرتا پا صادق آئی، مگر اس میرے قصہ سے جو ایک بڑی روشن آیت آیاتِ الٰہی سے ہے صرف عابدین اور صالحین ہی کو عبرت اور نصیحت ہو سکتی ہے متکبرین اور منافقین کو نہیں۔

باب (۳۸)
وطن پہنچ کر

دوسرے دن فجر کو ہم شہر انبالہ میں پہنچے اور وہاں کے حکام ضلع سے اجازت لے کر کیمپ انبالہ میں اپنے آقائے قدیم کپتان ٹمپل صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب میں کپتان ٹمپل صاحب کے بنگلہ پر گیا وہ دوڑ کر میرے ملنے کو باہر نکل آئے اور اندر لے جا کر مجھ کو موڑھے پر بٹھایا اور بہت تسلی و تشفی کی اور فرمایا کہ آج کی تاریخ سے ہم بیس روپیہ ماہوار تنخواہ تم کو اپنے خرچ سے دیا کریں گے۔ اور تمہاری نوکری کے واسطے بھی جلد اچھا بندوبست ہو جائے گا۔ کپتان ٹمپل صاحب کی سعی سے صاحب لوگ مجھ سے پڑھا کرتے تھے۔ میرے یہاں پہنچنے کے سوا برس بعد تک ٹمپل صاحب نے یہاں رہ کر مجھ کو قریب پچاس روپیہ ماہوار کے بندوبست کر دیا تھا۔ اپریل ۱۸۸۶ء سے یعنی اس کے چلے جانے کے بعد سے وہ بندوبست ٹوٹ گیا۔ بلکہ اس وقت سے نگرانی پولیس کی میرے اوپر مقرر ہو کر اور بھی سختی

Marfat.com

بڑھ گئی۔

بعد پہنچنے انبالہ کے جب میں نے اس سفر لبست سالہ کو ہند سے پیمائش کر کے دیکھا تو انبالہ سے چل کر براہِ لاہور و بمبئی کالے پانی تک اور پھر کالے پانی سے براہ کلکتہ انبالہ تک قریب سات ہزار میل کی مسافت ہوئی۔ اور باستثنائے بعض شمالی اضلاع ہند کے قریب تمام کے کل ہند کا طواف ہو گیا۔ صدر بازار کیمپ انبالہ میں ایک مکان کرایہ کا لے کر معہ عیال و اطفال خود اس میں آباد ہو گیا۔ جب میں سب اسباب ضروری خانہ داری کا خرید چکا تو ۱۱ دسمبر ۱۸۸۳ء کو ایک ہفتہ کی رخصت لے کر براہ ریل اول دہلی گیا اور وہاں ایک شب رہ کر دوسرے دن شام کو بہ سواری یکہ پانی پت پہنچا اور باتفاق حسنہ سے پورے بیس برس کے بعد وہی ۱۳ دسمبر میرے پانی پت سے دہلی کو بھاگ جانے کی تاریخ تھی۔ کہ جب میں ۲۰ برس پہلے تھانیسر سے سوار ہو کر بوقت صبح اپنی بیوی کو پانی پت میں چھوڑ کر اور پانی پت سے یکہ پر سوار ہو کر دہلی کو بھاگا تھا جب میں پانی پت کی جانب مشرق وجنوب کی سڑک پر شام کے وقت دہلی سے پانی پت کو چلا آتا تھا تو وہی سڑک اور وہی موسم اور وہی تاریخ دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آج فجر میں اپنی بیوی اور بچوں کو چھوڑ کر دہلی کو گیا تھا اور آج ہی واپس آگیا۔ غیر مغرب کی نماز کے بعد میں بمقام پانی پت اپنے گھر میں پہنچا۔ میری بیوی اور لڑکے مجھ کو دیکھ کر باغ باغ ہو گئے۔ بروز فرار جس لڑکے کو میں نے چند مہینے کا چھوڑا تھا اب

Marfat.com

اس کو بیس برس کی عمر میں دیکھا۔ پانچ روز وہاں ٹھہرنے کے بعد پھر میں براہ کرنال تھانیسر آیا اور ایک شب چند گھنٹے تھانیسر میں ٹھہر کر پھر انبالہ کو لوٹ آیا۔

جس جس شہر میں یہ عاجز گیا ہزاروں خلقت اس شہر کی میرا آنا سن کر میرے دیکھنے کو آتی تھی اور تھانیسر میں تو ایسا ازدحام خلائق کا ہوا کہ میں اس رات کو سونے بھی نہیں پایا۔ بلکہ بسبب تنگی وقت کے بہت سے آدمی میری ملاقات سے محروم رہ گئے۔ اور انبالہ میں چند مہینوں تک منزلوں سے لوگ میرے دیکھنے کو آتے رہے اور میرا منہ دیکھ کر خدا کی قدرت پر تعجب کرتے تھے۔ شہر تھانیسر کو میں نے دیکھا کہ ۱۲ دسمبر ۱۸۶۳ء میں اس سے میرا قدم اٹھانا تھا کہ اس پر زوال شروع ہوا۔ اس بیس برس میں ساتویں حصہ سے بھی کم اس کی آبادی رہ گئی مکانات گر کر راہ کوچے بند ہو گئے اور بجائے آدمیوں کے بندر اور چیتیوں نے اس میں اپنا دخل کر لیا۔ لیکن خداوند کریم نے مجھ کو قرائن سے معلوم کرا دیا کہ یہ شہر عنقریب بڑی دھوم دھام سے پھر دوبارہ آباد ہو گا۔ جب میں تھانیسر میں گیا تو میں نے اپنے مولد اور مکان مسکن پر جا کر مالک مکان سے جو اس میں آباد تھا بہ عاجزی تمام یہ اجازت چاہی کہ اپنے زنانوں کو کسی ایک کمرے میں علیحدہ کر کے مجھ کو اس مکان کے اندرونی قطعات کی زیارت کر لینے دو۔ مالک مکان نے مجھ کو شناخت کر کے بڑے اخلاق سے اندر آنے کی اجازت دیدی

Marfat.com

مجھ کو اس جگہ بھی قدرتِ الٰہی یاد آئی۔ کہ جس مکان کو میں نے خود ہزاروں روپیہ خرچ کر کے تعمیر کیا تھا اب اُس کے اندر میں قدم نہیں رکھ سکتا اب میں امید کرتا ہوں کہ خداوندِ کریم اس ہدیہ اور نذر مکان کو ریا سے پاک کر کے قبول کر لیوے اور اس کا بدل کوئی مکان آخرت میں عطا کرے اب بعد اختتام اس کیفیت بست سالہ کے بعض انعاماتِ الٰہی کو ذکر کر کے میں اس کتاب کو ختم کر دیتا ہوں۔

باب (۳۹)

خاتمہ

ایک ان میں سے یہ ہے کہ تاریخ قید سے جہاں جس جگہ میں رہا کیسے اپنے سایۂ عاطفت اور انعام میں مجھ کو رکھا۔ بیس برس میں ایک دن بھی مشقت کرنے کی نوبت نہ آنے دی اور کالے پانی میں میرے پہنچنے سے پہلے میری راحت کے سامان جمع کر رکھے تھے جہاں پہ اُترتے ہی کے دن مجھ کو بڑا عہدہ دار سرکار بنا دیا اور ہمارے کالے پانی میں پہنچنے سے فقط چار پانچ برس پہلے اُن نئے جزائر کا آباد ہونا اور اس سبب سے قوانین پورٹ بلیر کا قیدیوں کے واسطے نرم اور آسان مقرر ہونا اور ہمارے وہاں داخل ہونے کے وقت تک جنگل کی صفائی اور مہلک امراض کا قطعی دفعیہ ہو کر اس کا رشکِ کشمیر ہو جانا اور پھر بیس برس تک بڑے

Marfat.com

آرام اور عیش سے ہمارا وہاں رہنا اور ایسی جائے نا امیدی سے باوجود
تعصب حکام باشان و شوکت مال و اولاد صحیح و تندرست جیسے گئے
تھے اس سے بہتر حال میں واپس آجانا ۔ دوسرے اس ملک ہند میں
ہمارے واپس پہنچنے کے بعد بھی باوجود سخت تخالف اور تباین کے
آب و ہوا پورٹ بلیر انڈمان اور ہندوستان کے میرے بال بچے اب تک
صحیح و سالم اور تندرست ہیں ۔ بلکہ اور دو بچے اس ملک میں آکر بھی میرے
گھر میں پیدا ہوئے ، حالانکہ اور دوسرے بچے جو کالے پانی سے یہاں واپس
آئے ۔ بہت ہی کم اس ملک میں زندہ رہے اور جب کوئی وبا یا متعدی
مرض اس ملک میں پھیلتا ہے تو یہ چھاؤنی یا میرا گھر ہمیشہ اس سے محفوظ
رہتا ہے اور میرے یہاں پہنچنے کے بعد بارش و باراں اور ارزانی غلہ بھی
بہ نسبت سنین ملحقہ کے نہایت کثرت سے ہوئی ۔ تیسرے حبیب بعد بیس
برس کے اس جزیرے سے میری رہائی ہوئی تو بہ تقاضائے بشریت مجھ کو
یہ فکر تھا کہ اس وقت میں ہندوستان میں جاکر کہاں رہوں گا اور کیا
کروں گا ۔ کیونکہ بمقام تھانیسر میرے کل مکانات سکنی و اراضی و زمینداری
وغیرہ ضبط سرکار ہوکر نیلام ہو چکی تھی اور حکام ضلع انبالہ ہمارے اکثر
وہی پرانے رفیق تھے جنہوں نے ہم کو کالے پانی بھیجا تھا مگر ایسے وقت
تردد اور انتشار میں اس قادر کریم اور مقلب القلوب نے کپتان ٹمپل صاحب
مجسٹریٹ کیمپ انبالہ میں بلایا اور اس میری شروع واپسی میں کہ جب
ہر ایک انگریز میری صورت سے متنفر تھا بطور وکیل مدتوں میری طرف سے

Marfat.com

لڑا تا رہا اور روزگار وغیرہ کی طرف سے بالکل مجھ کو فارغ البال کرادیا۔ اور جب ٹمپل صاحب بوجہ تبدیلی خود اس ملک سے چلے گئے تو اس کے بعد خود بخود بلا میری درخواست کے ریاست ارنولی میں میرا روزگار معقول مقرر کرا دیا کہ جہاں میں اب تک بڑے آرام اور آسایش سے نوکر ہوں۔ اور یہ بھی اُس کا شکر ہے کہ یہ دونوں سبب میرے روزگار اور آسائش کے غیر مسلمانوں کے ہاتھ سے ہوئے کہ جہاں سوائے تائید غیبی کے کوئی ظاہری گمان ہمدردی قوم وغیرہ کا بھی موجود نہیں ہے۔ ہمارے ہندوستان میں واپس آنے کے بعد جو نگرانی پولیس وغیرہ ہمارے اوپر مقرر ہوئی تھی اول تو اس کو بذمہ داری وضمانت خود کپتان ٹمپل صاحب نے میرے اوپر سے اُٹھوا دیا تھا۔ اور بعد تبدیلی کپتان ٹمپل صاحب کے محض بہ تائید غیبی بلا سعی سفارش کسی بشر کے وہ احکامات نگرانی وغیرہ بذریعہ چٹھی نمبری ۱۸۸ مورخہ ۱۶ فروری ۱۸۸۸ء منجانب سکرٹری گورنمنٹ پنجاب بنام صاحب کمشنر قسمت دہلی میرے اوپر سے اُٹھوا دیے گئے۔ حالانکہ میرے پانچوں رفقاء جیل یعنی مولوی عبدالرحیم وغیرہ پر سے وہ احکامات نگرانی ابھی تک بھی نہیں اُٹھائے گئے۔ بفضلِ الٰہی اب میں قطعی آزاد ہوں۔ جہاں چاہوں رہوں اور جو چاہے روزگار کروں۔ بضرورتِ کاروبار ریاست میں لاہور اور کلکتہ کے مابین میں ہمیشہ دورۂ سیر میں رہتا ہوں۔ بلکہ عنقریب ایک مقدمہ ریاست ارنولی کی پیروی میں میرا ولایت جانے کا بھی ارادہ ہے جہاں ان شاء اللہ تعالیٰ ڈاکٹر ہنٹر صاحب

Marfat.com

اور دوسرے موافق اور مخالف صاحب لوگوں سے ملاقات کرکے اس قدرت الٰہی کا اُن سے اعتراف کراؤں گا۔ جب میں کچہری انبالہ کے اس مقام کو دیکھتا ہوں کہ جہاں مجھ کو پھانسی کا حکم سُنایا گیا تھا اور یا جب جیل انبالہ کے پاس سے نکلتا ہوں جس میں ڈیڑھ برس تک قید رہا تھا اور یا ان سڑکوں پر گذرتا ہوں کہ جہاں سے بعد سُنانے حکم پھانسی کے ہم کو جیل خانہ کو لے گئے تھے۔ تو قدرتِ الٰہی کو دیکھ کر میرا دل ہل جاتا ہے اور یہ خیال ہو جاتا ہے کہ بروز سُنائے جانے حکم پھانسی کے کس کو گمان تھا کہ پھر میں اس کمرۂ عدالت میں یا ان مقاموں پر کبھی کھلا ہوا بے روک ٹوک پھرونگا ہرگز کسی بشر کو گمان کیا اس کا وہم بھی نہ تھا۔ یہ فقط اُس رب قدیر کا کام ہے کہ یہ سارے تماشے گرم سرد زمانے کے دکھلا کر اس اپنے نالائق مفرور غلام کو پھر جیسے کا جیسا اس ملک میں لاکر پہلے سے وہ چند لوگوں کی آنکھوں میں معزز اور ممتاز کر دیا ہے۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

اِس قصّہ کو ایک کہانی یا ایک مثل ایک فوجداری کا ترجمہ ہی نہ سمجھو بلکہ یہ قصہ ایک بڑی آیت آیاتِ الٰہی سے ہے۔ اس کو بار بار چست ملاحظہ کرکے عبرت پکڑنا چاہیے۔ خداوند تعالےٰ اپنی کتاب مجید میں ایسے ہی قصہ کی نسبت فرماتے ہیں۔ لقد کان فی قصصھم عبرۃ لاولی الالباب (ترجمہ) تحقیق ان کے قصوں میں ایک عبرت اور نصیحت ہے عقلمندوں کے واسطے۔ اور تعمیل حکم زبانی واما بنعمۃ ربک فحدث (ترجمہ) اپنے رب کے انعاموں کو لوگوں میں بیان کرو۔"

Marfat.com

میں نے جملہ انعاماتِ ظاہری اور باطنی خداوند عالمین جل جلالہ وعم نوالہ کو بقدر اپنی سمجھ کے بطور اختصار کے لکھ کر پبلک کے سامنے پیش کر دیا ہے اب یہ آخری دعا ہے کہ خداوند کریم اس محنت اور مشقت اور ان تکالیف قید کو ریا سے پاک کر کے قبول فرماوے۔ اور ناظرین کو اس قصہ سے عبرت اور نصیحت ہوتی رہے۔ آمین۔ اللھم انا نجعلك فی نحورھم و نعوذبك من شرورھم۔

Marfat.com

حالات

مولانا یحییٰ علی صاحب

از سیرت سید احمد شہید مؤلفہ سید ابوالحسن علی ندوی

مولانا عبدالرحیم صاحب صادق پوری نے در منثور میں آپ کے جیل کے جو حالات لکھے ہیں ان سے آپ کی عظمت اور اس جماعت کی سیرت و اخلاق کا اندازہ ہو سکتا ہے :

ہمارے مولانا کا صبر و استقلال اس وقت کا قابلِ دید تھا۔ شب کو آپ اور میں ایک جگہ رہتے آپ پچھلی شب حسب معمول نماز و دعا وغیرہ میں مشغول رہتے اور اکثر اشعار عاشقانہ دیوان شاہ نیاز و حافظ وغیرہ کے پڑھتے اور ایک وجدی کیفیت آپ پر طاری ہوتی۔ ہم لوگ سب ہوش باش ہوتے اور آپ نہایت مسرور و خوش۔ آپ کے چہرہ بشرہ سے کچھ بھی آثار رنج و محن کے پائے نہیں جاتے۔ ذکر اللہ سے رطب اللسان رہتے آپ اکثر اس شعر کو بھی جو حضرت خبیب صحابی رضی اللہ عنہ کا ہے مترنم ہوتے۔

Marfat.com

فلست ابالی حین اقتل مسلما
علی ای شق کان فی اللہ مصرعی
وذالک فی ذات الالہ وان یشاء
یبارک علی اوصال شلو ممزع

میرے پاس ایسے الفاظ نہیں ہیں کہ جن سے آپ کی اس کیفیت وجدی وصبر وشکر کا ایک شمہ بیان کر سکوں اور اس کی تصویر کھینچکر ہدیہ ناظرین کرنا تو یہ امر محال ہے۔

چنانچہ ہمارے اس قیدِ تنہائی میں پھر تخمیناً دو ڈھائی مہینے رہے اور نہایت صبر واستقلال کے ساتھ ان ایام کو آپ نے بسر کیا۔ اور جب سپاہی پہرے والا یا اور کوئی سپاہی یا قیدی آپ کے سامنے آجاتا، ہندو یا مسلمان سب کو آپ توحیدِ باری کا وعظ سناتے اور عذاب سناتے اور آخرت وقبر وغیرہ سے ڈراتے۔ الغرض ایک عجیب طرح کا فیض آپ کا اس قیدِ تنہائی میں بھی جاری رہا۔ سپاہی جو پہرے کے واسطے آتا وہ سکھ ہو یا گورکھا اور مسلمان نہ ہوتا آپ اس آیتِ کریمہ کا وعظ سناتے ءارباب متفرقون خیر ام اللہ الواحد القہار۔ سپاہی کھڑا رہتا۔ اور جب اس کے پہرے کی بدلی ہوتی تو اس صحبت کو چھوڑ کر جانا پسند نہیں کرتا۔ میں کچھ لکھ نہیں سکتا کہ کس قدر فائدہ اس وقت پہرے والوں کو پہنچا اور کتنے موحد ہو گئے۔ اور کتنے آبائی دین کو چھوڑ کر مسلمان ہو گئے۔ لا یعلم

Marfat.com

الّا اللہ۔

آپ کا فیض کبھی کسی حالت میں بند نہ ہوا۔ آپ کا جسم مبارک قیدی تھا مگر آپ کے دل و زبان آزاد تھے۔ ان پر کسی کی حکومت نہ تھی۔ بجز اس حاکم حقیقی کے۔ اگر دو مند کے واسطے بھی کوئی آدمی سامنے آجاتا، آپ امر معروف و نہی عن المنکر بجا لاتے۔ آپ حمد و ثنائے باری میں شب و روز مصروف رہتے اور کام مفوضہ سرکاری کو بھی باحسن وجوہ انجام کرتے۔ مثل اور قیدیوں کے تساہل و تکاہل کو کام میں نہ لاتے اور دوسرے قیدیوں کو بھی نصیحت فرماتے کہ جب تم سرکاری کھانا کھاتے ہو اور کپڑا پہنتے ہو اور مکان میں رہتے ہو تب ضرور ہے کہ سرکاری کام کو انجام دو۔ اور قیدی لوگ جو جیل کے اندر حکم عدولی اور بدمعاشی کرتے اس سے اُن کو روکتے۔ اور نصیحت کرتے۔ صدہا قیدی اس جیل میں ایسے نیک چلن ہو گئے کہ جن کو دیکھ کر اہل کاران جیل حیران رہ جاتے چونکہ جیل خانہ میں مجمع بدکاروں اور چور ڈاکوؤں وغیرہ کا رہا کرتا ہے۔ آپ کا وعظ بھی انہیں افعال ذمیمہ کے بیان میں ہوتا اور توحید و تاکید صوم و صلوٰۃ کی ہوتی۔ صدہا چور اور ڈاکوؤں نے توبہ کی کہ اب کبھی اس پیشہ کو نہ کریں گے۔ آپ ان کو عذاب دائم مقیم سے ڈراتے۔ صدہا موحد اور نمازی ہو گئے۔

ایک بلوچ ڈاکو کا ماجرا بیان کیا جاتا ہے۔ اس کا نام مرزی تھا۔

Marfat.com

اس کے آبا و اجداد سے چوری اور ڈکیتی کا پیشہ چلا آتا تھا۔ وہ نہایت قوی ہیکل جوان تھا۔ اس نے جیل خانہ میں آکر بھی بہت کچھ شرارت کی تھی۔ سرکاری کام ہرگز نہیں کرتا تھا۔ صدہا بید اُس کو لگائے گئے مگر اُس نے اُف نہیں کی۔ اپنی بدچلنی سے باز نہیں آیا۔ بیڑی اور ڈنڈا ہتھکڑی اور طوق و قید تنہائی وغیرہ جو کچھ سزا وہاں ہے وہ سب اس پر عمل میں لایا گیا لیکن وہ باز نہ آیا۔ داروغہ و جمعدار سب اس سے ڈرتے وہ ان کو بھی موقعہ پاکر ہتھکڑی سے پیٹ دیتا۔ خدا کے حکم سے آپ کا بستر اور اُس کا ایک ہی جگہ ہوگیا۔ خدا کی قدرت کہ آپ کی نصیحت و پند سے تھوڑے ہی عرصہ میں اُس کی کیفیت بدل گئی۔ اُس نے سرکاری مشقت کرنی شروع کر دی اور ایسا نیک چلن بن گیا کہ داروغہ وغیرہ سب متحیر ہوگئے۔ ہتھکڑی اور طوق وغیرہ سب اس سے دور کر دیے گئے اور پارچہ بافی کے کارخانہ میں وہ داخل کر دیا گیا کہ جہاں دائم الحبس اور بڑے بڑے معاوی کام کیا کرتے تھے اور عمدہ کام کرنے اور زیادہ کام کرنے پر سال میں دو ایک ماہ قید معاف بھی ملا کرتی ہے اس نے وہاں جاکر بہت پارچہ بافی کا کام سیکھ لیا اور نہایت عمدہ کپڑا بننے لگا۔ جب میں لاہور کے جیل میں گیا خود میں نے اس مزری بلوچ کو دیکھا کہ پانچوں وقت نماز قید میں پڑھتا اور اپنے اعمالِ گذشتہ کو یاد کر کے خوف خدا سے اکثر روتا۔ اے بھائیو میں سچ کہتا ہوں کہ میں نے جب اس کو دیکھا ایک ولی پایا۔ اس قسم کے اور بہت سے ماجرے ہیں میں نے یہ ایک تمثیلاً

Marfat.com

بیان کیا الغرض آپ کا وجود باجود اس قید خانہ میں واسطے ہدایت قیدیوں کے بھیج دیا گیا تھا۔ کہ ہزاروں فیضیاب ہو گئے۔ اہل کارانِ جیل اس کرامات کو آپ کے دیکھ دیکھ کر نہایت متحیر و متعجب ہوتے۔ تمام ہندو آپ کو دیوتا اور اوتار کہتے اور مسلمان ولی سمجھتے۔ انوار کا روز جو فرصت کا قیدیوں کے ہوتا ہے فجر کو بعد ملاحظہ ڈاکٹر آپ کے پاس مجمع ہو جاتا۔ آپ حسب حال ان قیدیوں کے بدکاریوں سے بچنے اور نیک چلنی اور توحید الٰہی کا بیان فرماتے اور صوم وصلوٰۃ کی تاکید کرتے۔

Marfat.com

مولانا محمد علی جوہر

بحیثیت ایک تاریخ اور تاریخ ساز کے

مرتبہ محمد سرور

مولانا محمد علی مرحوم کی زندگی اور سیاسی جدوجہد بہت حد تک پورے پاک و ہند کے مسلمانوں کی زندگی اور سیاسی جدوجہد تھی۔

مسلمان پاک و ہند کے عہد حاضر کی تاریخ کا ہر ایک اہم صحیفہ ہے۔ جسے پڑھے بغیر نہ تو ان کے ماضی قریب کا صحیح اندازہ ہو سکتا ہے اور نہ ان کے حال و مستقبل کے احکامات کا تعین ممکن ہو۔

قیمت نو روپے پچاس پیسے

سنگ میل پبلی کیشنز ◎ لاہور

نوروز پریس لاہور

Marfat.com

مولانا محمد علی جوہر

بحیثیت ایک تاریخ اور تاریخ ساز کے

مرتبہ محمد سرور

مولانا محمد علی مرحوم کی زندگی اور سیاسی جدوجہد بہت حد تک پورے پاک و ہند کے مسلمانوں کی زندگی اور سیاسی جدوجہد تھی۔

مسلمان پاک و ہند کے عہد حاضر کی تاریخ کا ہر ایک اہم صحیفہ ہے۔ جسے پڑھے بغیر نہ تو ان کے ماضی قریب کا صحیح اندازہ ہو سکتا ہے اور نہ ان کے حال و مستقبل کے احکامات کا تعین ممکن ہو۔

قیمت نو روپے پچاس پیسے

سنگ میل پبلی کیشنز ◎ لاہور

نوروز پریس لاہور

Marfat.com